بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 70

شمارہ 11-12

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

شرح چندہ سالانہ 700 روپے

بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک 50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

4-11/رجب 1442 ہجری قمری • 18-25/امان 1400 ہجری شمسی • 18-25/مارچ 2021ء

ارشاد باری تعالیٰ

وَتَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰی ۪ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ

(المائدہ:3)

ترجمہ: اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 19/مارچ 2021 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازئ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

جیسے اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں پر معاً نظر نہیں کرتا اور اپنی ستاری کے طفیل رسوا نہیں کرتا تو ہم کو بھی چاہیے کہ ہر ایسی بات پر جو کسی دوسرے کی رسوائی یا ذلّت پر مبنی ہو فی الفور منہ نہ کھولیں

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

ستاری

خدائے تعالیٰ کی ستاری ایسی ہے کہ وہ انسان کے گناہ اور خطاؤں کو دیکھتا ہے لیکن اپنی اس صفت کے باعث اس کی غلط کاریوں کو اس وقت تک جب تک کہ وہ اعتدال کی حد سے نہ گزر جاویں ڈھانپتا ہے، لیکن انسان کسی دوسرے کی غلطی دیکھتا بھی نہیں اور شور مچاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کم حوصلہ ہے اور خدائے تعالیٰ کی ذات حلیم و کریم ہے۔ ظالم انسان اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھتا ہے اور کبھی کبھی خدائے تعالیٰ کے حلم پر پوری اطلاع نہ رکھنے کے باعث بے باک ہو جاتا ہے اس وقت ذو انتقام کی صفت کام کرتی ہے اور پھر اسے پکڑ لیتی ہے۔ ہندو لوگ کہا کرتے ہیں کہ پرمیشر او راَٹ میں ویر ہے۔ یعنی خدا حد سے بڑھی ہوئی بات کو عزیز نہیں رکھتا۔ بایں ہمہ بھی وہ ایسا رحیم کریم ہے کہ ایسی حالت میں بھی اگر انسان نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ آستانہ الٰہی پر جا گرے تو وہ رحم کے ساتھ اس پر نظر کرتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں پر معاً نظر نہیں کرتا اور اپنی ستاری کے طفیل رسوا نہیں کرتا تو ہم کو بھی چاہیے کہ ہر ایسی بات پر جو کسی دوسرے کی رسوائی یا ذلّت پر مبنی ہو فی الفور منہ نہ کھولیں۔

غفلت کا علاج استغفار ہے

بعض لوگوں کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ ان کو ایسے اسباب پیش آجاتے ہیں مثلاً ملازمت یا کوئی اور وجہ کہ ان کی عمر کا ایک بڑا حصہ ظلمانی حالت میں گزرتا ہے۔ نہ پابندی نماز کی طرف توجہ کرتے ہیں، نہ قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوۡل سننے کا موقع ملتا ہے۔ کتاب اللہ پر غور کرنے کا ان کو خیال تک بھی نہیں آتا۔ ایسی صورت میں جب ایک زمانہ ظلمت کا گزر جاوے تو یہ خیالات راسخ ہو کر طبیعت ثانیہ کا رنگ پکڑ جاتے ہیں۔ پس اس وقت اگر انسان توبہ اور استغفار کی طرف توجہ نہ کرے تو سمجھو کہ بڑا ہی بدقسمت ہے۔ غفلت اور سُستی کا بہترین علاج استغفار ہے۔ سابقہ غفلتوں اور سُستیوں کی وجہ سے کوئی ابتلاء بھی آجاوے تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر سجدے اور دعائیں کرے اور خدا تعالیٰ کے حضور ایک سچی اور پاک تبدیلی کا وعدہ کرے۔

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 273 تا 274، مطبوعہ قادیان 2018)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

دعائے استخارہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَخِیۡرُکَ بِعِلۡمِکَ وَاَسۡتَقۡدِرُکَ بِقُدۡرَتِکَ وَاَسۡاَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ الۡعَظِیۡمِ فَاِنَّکَ تَقۡدِرُ وَلَا اَقۡدِرُ وَتَعۡلَمُ وَلَا اَعۡلَمُ وَاَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ اَللّٰھُمَّ اِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ خَیۡرٌ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ (اَوۡقَالَ عَاجِلِ اَمۡرِیۡ وَآجِلِہٖ) فَاقۡدُرۡہُ لِیۡ وَیَسِّرۡہُ لِیۡ ثُمَّ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡہِ وَاِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ شَرٌّ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ (اَوۡقَالَ فِیۡ عَاجِلِ اَمۡرِیۡ وَآجِلِہٖ) فَاصۡرِفۡہُ عَنِّیۡ وَاصۡرِفۡنِیۡ عَنۡہُ وَاقۡدُرۡ لِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ ثُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِہٖ قَالَ وَیُسَمِّیۡ حَاجَتَہٗ

اے میرے اللہ! مَیں تجھ سے تیرے علم کے طفیل بہتری چاہتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت طاقت چاہتا ہوں اور تیرے بہت ہی بڑے فضلوں کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ تجھ کو قدرت ہے مجھے قدرت نہیں اور تجھ کو علم ہے مجھے علم نہیں اور تو پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے دین میں اور میری روزی میں اور میرے اس کام کے انجام کے لحاظ سے بہتر ہے (یا فرمایا: اس وقت یا آئندہ کیلئے بہتر ہے) تو مجھے یہ نصیب کر اور اس کو میرے لئے آسان کر دے اور پھر اس میں میرے لئے برکت ڈال اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین میں اور میری روزی میں اور میرے اس کام کے انجام کے لحاظ سے نقصان دہ ہے (یا فرمایا: اس وقت اور آئندہ کیلئے نقصان دہ ہے) تو اس کو مجھ سے ہٹا دے اور مجھے بھی اس سے ہٹا دے اور جہاں میرے لئے بھلائی مقدر ہو، وہاں مجھ کو عطا کر۔ پھر مجھے اس پر راضی رکھ۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اور دعا میں اپنے کام کا نام لے۔

(صحیح بخاری، جلد 2، کتاب التہجد، مطبوعہ قادیان 2006)

......☆......☆......☆......

انبیاءؑ کو اپنی صداقت اور خدا تعالیٰ کے وعدوں پر کیسا یقین ہوتا ہے، نہ صرف یہ کہ وہ مخالفین کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ انہیں اور بھی غیرت دلاتے ہیں اور باوجود اسکے مطمئن ہوتے ہیں کہ آخر ہم ہی جیت کر رہیں گے

سورہ یونس آیت 72 وَاتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ نُوۡحٍ ۘ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِہٖ یٰقَوۡمِ اِنۡ کَانَ کَبُرَ عَلَیۡکُمۡ مَّقَامِیۡ وَتَذۡکِیۡرِیۡ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَعَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلۡتُ فَاَجۡمِعُوۡۤا اَمۡرَکُمۡ وَشُرَکَآءَکُمۡ ثُمَّ لَا یَکُنۡ اَمۡرُکُمۡ عَلَیۡکُمۡ غُمَّۃً ثُمَّ اقۡضُوۡۤا اِلَیَّ وَلَا تُنۡظِرُوۡنِ کی تفسیر میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کامل تدبیر کس طرح کی جاتی ہے اور اس کیلئے پانچ طریق بتائے۔ (1) مشورہ کر کے ایک رائے پر جمع ہو جانا چاہئے۔ جب تک کوئی قوم ایسا نہ کرے گی وہ کبھی جیت نہیں سکتی (2) اپنے ہم خیال لوگوں کو ایک نظام کے ماتحت لے آنا چاہئے (3) اس رائے کے پورا کرنے کیلئے ایک تفصیلی تجویز سوچ لینی چاہئے۔ یا دوسرے لفظوں میں تفصیلی نقشہ تیار کر لینا چاہئے (4) بغیر انتشار طاقت کے ایک ہی وقت میں سب طاقت کو خرچ کرنے کی کوشش کرنا چاہئے تا کہ ساری قوم کا زور ایک ہی وقت میں دشمن پر پڑے (5) حملہ کرنے کے بعد دشمن کو سانس لینے کا بھی موقع نہ دینا چاہئے کیونکہ اس صورت میں دشمن پھر طاقت پیدا کر لے گا۔ پہلا حملہ ختم نہ ہونے پائے کہ دوسرا شروع ہو جائے۔ تمام انبیاء اسی طریق پر کاربند ہوتے چلے آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی طریق تھا۔ آپ ایک اشتہار نکالتے ابھی اسکا چرچا جاری ہوتا کہ دوسرا اور نکال دیتے تھے۔

غرض کامیابی کیلئے یہ پانچ طریق ضروری ہوتے ہیں۔ حضرت نوحؑ اپنی قوم کو خود ان طریقوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں تم یہ پانچوں طریق استعمال کر لو۔ مگر پھر بھی کامیاب نہ ہوگے۔ کیونکہ ایک چھٹی چیز جس کے بغیر یہ تمام تدبیریں ناکام رہ جاتی ہیں یعنی توکل علی اللہ وہ تمہارے پاس نہیں ہے بلکہ وہ میرے پاس ہے۔ اس وجہ سے خدا تعالیٰ کی مدد مجھے حاصل ہے۔ پس تم تمام کوششیں کر لو۔ غالب میں ہی رہوں گا۔

انبیاءؑ کو اپنی صداقت اور خدا تعالیٰ کے وعدوں پر کیسا یقین ہوتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ مخالفین کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ انہیں اور بھی غیرت دلاتے ہیں اور باوجود اسکے مطمئن ہوتے ہیں کہ آخر ہم ہی جیت کر رہیں گے اور آخر ویسا ہی ہوتا ہے۔ دوسرے معجزات کو نظر انداز کر کے چشم حقیقت بین کیلئے یہی ایک معجزہ ان کے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے ثبوت میں کافی ہوتا ہے مگر افسوس کہ اندھی دنیا دیکھتی نہیں۔

(تفسیر کبیر، جلد سوم، صفحہ 110 تا 111، مطبوعہ قادیان 2010)

اس شمارہ میں

- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
- خطبہ جمعہ فرمودہ 19/فروری 2021ء (مکمل متن)
- خطبہ جمعہ فرمودہ 26/فروری 2021ء (مکمل متن)
- سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از نبیوں کا سردار)
- سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرت المہدی)
- مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 2012
- خطبہ جمعہ حضور انور بطرز سوال و جواب
- اعلان
- خلاصہ خطبہ جمعہ

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی العَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

شیعوں کو مباہلہ کے ذریعہ فیصلہ کی دعوت کہ کس کے عقائد اسلام کے مطابق ہیں
ایک سال تک اگر مباہلہ کا اثر ظاہر نہیں ہوا تو پانچ ہزار روپیہ اِنعام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ انعامی چیلنج ہم آپؑ کی کتاب "سِرُّ الخلافہ" رُوحانی خزائن جلد 8 سے پیش کررہے ہیں۔ یہ معرکۃ الآراء کتاب آپؑ نے 1894 میں تصنیف فرمائی۔ آپؑ نے اس کتاب کی غرض و غایت اوراس کی عظمت اور شوکت کے متعلق اِسی کتاب کے ٹائٹل پیج میں تحریر فرمایا کہ :

"یہ کتاب اہل تشیع اور اہل سنّت کے درمیان فیصلہ کرتی ہے اور امرِ خلافت میں حق کی طرف راہنمائی کرتی اور مخالفوں کے عذرات کا سدباب کرتی ہے۔ مفتریوں کی کذب بیانی کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اس کا انکار صرف وہی کرتا ہے جس نے بے حیائی کا لبادہ پہنا ہوا ہے اور حق و صداقت سے عاری ہے اور کاذبوں کی پیروی کرتا ہے۔"

اور ٹائٹل پیج میں ہی اپنے ایک عربی شعر میں فرمایا :

کِتَابٌ عَزِیْزٌ مُحْکَمٌ یُفْحِمُ العِدَا ......☆...... فَنَحْمَدُ بَارِءَنَا عَلٰی مَا اَسْعَدَا

یعنی یہ مضبوط غالب کتاب ہے جو دشمنوں کو لاجواب کردیتی ہے پس ہم اپنے خدائے باری کی تعریف بیان کرتے ہیں جو اُس نے یہ سعادت بخشی۔

علاوہ ازیں کتاب کے شروع میں بھی سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب کی تالیف کا اصل مقصد اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں :

"مَیں نے شیعوں کے اکثر گروہوں کو دیکھا ہے کہ وہ زبان درازی کرتے وقت خائف نہیں ہوتے اور نہ ہی آخرت کی جزا سزا کے مالک سے ڈرتے ہیں۔ اور نہ تو وہ حقیقت کی دولت جمع کرتے ہیں اور نہ ہی طریقت کے مغز سے آشنا ہیں۔ اور نہ وہ صلحاء کی طرح سوچتے ہیں اور نہ وہ ہدایت کی راہیں اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے مَیں نے انکو سمجھانا اپنے اوپر حق واجب اور قرضِ لازم سمجھا جو ادا کئے بغیر ساقط نہیں ہوتا۔ لہٰذا مَیں نے جلد جلد یہ رسالہ تحریر کیا کہ شاید اللہ اُن کی حالت سُدھار دے اور اُن کی کیفیت بدل دے اور تا مَیں ان کے لئے اُن مسائل کو جن میں انہوں نے اختلاف کیا واضح کروں اور انہیں خلافت کے راز سے آگاہ کروں۔"

(سِرُّ الخلافہ، اردو ترجمہ صفحہ 7، مطبوعہ اپریل 2014 قادیان)

ذیل میں ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ارشادات اس کتاب سے پیش کرتے ہیں جس سے ہمیں اصحابِ ثلٰثہ کے مقام و مرتبہ کا صحیح صحیح علم ہوگا اور یہ کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیعوں کے دلوں کو چھلنی کرنے والے عقائد کی کس حسین پیرائے میں تردید فرمائی ہے۔

شیعوں کے ایک طبقہ کی بدترین حالت

ان لوگوں میں سے...... ایک طبقہ ایسا ہے جنہوں نے اکابر صحابہؓ کی ایک جماعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور مِلّت کے اَئمہ کی نسبت طعن کیا ہے اور اپنے قول اور اپنے عقیدہ میں غلو کیا ہے اور ان پر کافر اور زندیق ہونے کے بہتان لگائے ہیں اور ان کی طرف خیانت، غضب، ظلم اور بغاوت کو منسوب کیا ہے...... انہوں نے ان صحابہ پر لعنت کی اور اس کام کو بہت اچھا عمل خیال کیا۔ (ایضاً صفحہ 20)

حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت

میرے ربّ نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ صدیق اور فاروق اور عثمان (رضی اللہ عنہم) نیکوکار اور مومن تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چُن لیا اور جو خدائے رحمن کی عنایات سے خاص کئے گئے...... انہوں نے بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی کی خاطر وطن چھوڑے ہر جنگ کی بھٹی میں داخل ہوئے اور موسم گرما کی دوپہر کی تپش اور سردیوں کی رات کی ٹھنڈک کی پرواہ نہ کی بلکہ نوخیز جوانوں کی طرح دین کی راہوں پر محوِ خرام ہوئے اور اپنوں اور غیروں کی طرف مائل نہ ہوئے اور اللہ ربّ العالمین کی خاطر سب کو خیرباد کہہ دیا۔ (ایضاً صفحہ 25)

ایک عارفانہ نکتہ

انہیں (خلفاءِ راشدین کو) اسی طرح اذیت دی گئی جس طرح نبیوں کو دی گئی اور ان پر لعنتیں ڈالی گئیں جس طرح مرسلوں پر ڈالی گئیں، اِس طرح ان کا رسولوں کا وارث ہونا ثابت ہوگیا۔ (ایضاً صفحہ 29)

حضرت ابوبکرؓ آیت استخلاف کے مصداق ہیں

آپؓ پر اتنے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ پہاڑوں پر ٹوٹتے تو وہ پیوستِ زمین ہوجاتے اور فوراً گر کر ریزہ ریزہ ہوجاتے لیکن آپ کو رسولوں جیسا صبر عطا کیا گیا۔ یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آن پہنچی اور جھوٹے نبی قتل، اور مرتد ہلاک کردیئے گئے...... اللہ نے مومنوں کو آفت سے بچالیا اور انکی خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور ان کیلئے اُنکے دین کو تمکنت بخشی اور ایک جہان کو حق پر قائم کردیا اور مفسدوں کے چہرے کالے کردیئے۔ (ایضاً صفحہ 49)

اگر اصحابِ ثلٰثہ کافر اور منافق تھے تو پھر سارے ہی کافر اور منافق ہوگئے

جو شخص یہ کہتا ہے کہ اصحاب ثلاثہ کافر، منافق یا غاصب تھے بلکہ وہ سب کو ہی کافر قرار دیتا ہے کیونکہ سب صحابہؓ نے حضرت ابوبکر کی، پھر حضرت عمر کی اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم وارضٰی کی بیعت کی تھی۔ ان (خلفاء) کے عظیم احکام کی تعمیل کرتے ہوئے وہ معرکوں اور لڑائیوں میں شریک ہوئے اور انہوں نے اسلام کی اشاعت کی اور کافروں کے ممالک فتح کئے۔ (ایضاً صفحہ 67)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب ملحوظ رکھ اور حضورؐ کی قبر کو دو کافروں اور غاصبوں کے درمیان مت قرار دے

اَے آنکھوں والے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب ملحوظ رکھ، اور حضورؐ کی قبر کو دو کافروں اور غاصبوں کے درمیان مت قرار دے اور اپنے ایمان کو (علی) مرتضیٰؓ یا (امام) حسینؓ کی خاطر ضائع نہ کر...... کیا تیرا دل پسند کرے گا اور تیرے سینے کو اس سے سرور ملے گا کہ تو کافروں کے درمیان دفن کیا جائے اور تیرے دائیں اور تیرے بائیں اشرار میں سے دو کافر ہوں؟ تو پھر اے قہار خدا کے قہر کے مورد تو سیّد الابرارؐ کیلئے وہ چیز کیوں جائز سمجھتا ہے جو تو خود اپنے لئے جائز نہیں سمجھتا؟ (ایضاً صفحہ 74)

ہر کام میں ابوبکرؓ اوّل تھے تو کیا سب خیر کافر کے ہاتھ سے ظاہر ہوا

اگر متعصب شیعوں سے یہ پوچھا جائے کہ مخالف منکروں کی جماعت سے نکل کر بالغ مردوں میں سے اسلام لانیوالا پہلا شخص کون تھا؟ تو اُنہیں یہ کہنے کے سوا چارہ نہیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ تھے۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ وہ کون تھا جس نے سب سے پہلے حضرت خاتم النّبیینؐ کیساتھ ہجرت کی اور تمام تعلقات کو پسِ پُشت ڈالا اور وہاں چلے گئے جہاں حضورؐ گئے تھے تو ان کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا کہ وہ کہیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ تھے! پھر جب یہ پوچھا جائے کہ بفرض محال غاصب ہی سہی تاہم خلیفہ بنائے جانیوالوں میں سے پہلا کون تھا؟ تو انہیں یہ کہے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا کہ ابوبکر۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ ملک ملک میں اشاعت کیلئے قرآن کو جمع کرنیوالا کون تھا؟ تو لامحالہ کہیں گے کہ وہ (حضرت) ابوبکر تھے۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ خیر المرسلین اور سید المعصومینؐ کے پہلو میں کون دفن ہوئے تو یہ کہے بغیر انہیں کوئی چارہ نہ ہوگا کہ وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ تو پھر کتنے تعجب کی بات ہے کہ (معاذ اللہ) ہر فضیلت کافروں اور منافقوں کو دے دی گئی اور اسلام کی تمام تر خیر و برکت دشمنوں کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئی۔ (ایضاً صفحہ 75)

اگر حضرت ابوبکر کافر اور منافق تھے تو حضرت علیؓ نے ان کی بیعت کیوں کی؟

پھر عجیب تر اور حیران کن بات یہ ہے کہ آپ نے (یعنی علیؓ نے۔ ناقل) صرف مبایعین میں سے ہونے پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ ہر نماز شیخین (ابوبکرؓ اور عمرؓ) کے پیچھے ادا کی اور کسی وقت بھی اس میں تخلّف نہ کیا اور نہ ہی شکوہ کرنے والوں کی طرح اس سے اعراض کیا۔ آپؓ ان کی شوریٰ میں شامل ہوئے اور ان کے دعوے کی تصدیق کی اور ہر معاملہ میں اپنی پوری ہمت اور مقدور بھر طاقت سے ان کی مدد کی اور پیچھے رہنے والوں میں سے نہ ہوئے۔ پس غور کر کہ کیا ستم رسیدوں اور مکفروں کی یہی نشانیاں ہوتی ہیں؟ اور اس پر بھی غور کر کہ کذب و افترا کا علم ہونے کے باوجود وہ (علیؓ) کیونکر کاذبوں کی اتباع کرتے رہے؟ (ایضاً صفحہ 90)

ہم شیعوں میں کوئی شخص اولیاء میں سے نہیں پاتے اور نہ ہی کسی ایک کو بھی زمرۂ اتقیاء میں پاتے ہیں

جس نے آپ (حضرت ابوبکرؓ۔ ناقل) سے دشمنی کی تو ایسے شخص اور حق کے درمیان ایک ایسا بند دروازہ حائل ہے جو کبھی بھی صدیقوں کے سردار کی طرف رجوع کئے بغیر نہ کھلے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم شیعوں میں کوئی شخص اولیاء میں سے نہیں پاتے اور نہ ہی کسی ایک کو بھی زمرۂ اتقیاء میں پاتے ہیں یقیناً وہ ایسے اعمال پر قائم ہیں جو اللہ کے حضور غیر پسندیدہ ہیں اور پھر اس وجہ سے بھی کہ وہ نیک لوگوں سے عداوت رکھتے ہیں۔ (ایضاً صفحہ 100)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کے سوا کسی کا نام صدیق نہیں رکھا

اللہ نے نبیوں کے فوراً بعد صدیقوں کے ذکر کو رکھا اور فرمایا: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ اور اس (آیت) میں صدیق (اکبرؓ) اور آپؓ کی دوسروں پر فضیلت کے اشارے ہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ میں سے آپ کے سوا کسی صحابی کا نام صدیق نہیں رکھا تاکہ وہ آپ کے مقام اور عظمتِ شان کو ظاہر کرے...... اور ہم صحابہؓ میں سے کسی ایک صحابی پر بھی اس لقب اور خطاب کا اطلاق نہیں پاتے اس طرح صدیقِ امین کی فضیلت ثابت ہوگئی کیونکہ نبیوں کے بعد آپ کے نام کا ذکر کیا گیا ہے۔ (ایضاً صفحہ 105)

عالم بیداری میں حضرت علیؓ سے ملاقات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں :

آپ کو قرآنی دقائق کے ادراک میں ایک عجیب فہم عطا کیا گیا تھا۔ میں نے عالم بیداری میں انہیں دیکھا ہے نہ کہ نیند میں۔ پھر (اسی حالت میں) آپ نے خدائے علّامُ (الغیوب) کی کتاب کی تفسیر مجھے عطا کی اور فرمایا: "یہ میری تفسیر ہے اور یہ اب آپ کو دی جاتی ہے۔ پس آپ کو اس عطا پر مبارک ہو" جس پر میں نے اپنا

باقی صفحہ نمبر 18 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

’’علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا‘‘

پیشگوئی مصلح موعود کے ایک پہلو ’’علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا‘‘ کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی تحریرات، تقاریر وغیرہ کے حوالے سے مختصر بیان

فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے، مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُدبُد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمان کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں، حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا، میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہوگا (تبصرہ پروفیسر عبد القادر صاحب ایم.اے بر کتاب ’’اسلام میں اختلافات کا آغاز‘‘)

اس تحفے میں فاضل مصنف نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا پورا عمل کیا ہے
دعوتِ اسلام کو بڑی آزادی اور دلیری کے ساتھ برطانیہ کے تخت وتاج کے وارث تک پہنچا دیا ہے (تبصرہ اخبار ’’ذوالفقار‘‘ بر کتاب ’’تحفہ شہزادہ ویلز‘‘)

یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ نہایت قابلیت اور علمیت کے ساتھ اپنے دلائل کو احسن رنگ میں پیش کیا گیا ہے، قطع نظر اس کے کہ اس کی وسیع غرض ایک تبلیغی کوشش ہے خواہ پرنس آف ویلز احمدی ہوں یا نہ ہوں اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کی قدر و قیمت میں اور ان لوگوں کے لطف میں کمی نہیں ہوسکتی جو مذہب میں اور خاص کر ہندوستان اور برطانیہ کے بیشمار مذاہب میں دلچسپی رکھتے ہیں (تبصرہ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ بر کتاب ’’تحفہ شہزادہ ویلز‘‘)

میں اس مضمون کے سننے کیلئے فرانس سے آیا ہوں، میں عیسائیت پر اسلام کو ترجیح دیا کرتا تھا اور اسلام پر بدھ ازم کو ترجیح دیا کرتا تھا، اب جبکہ میں نے آپ کا مضمون بھی سن لیا ہے اور بدھ ازم کو بھی سنا ہے، میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی اسلام ہی سب سے بالاتر مذہب ہے، جس خوبی سے اور جس خوش اسلوبی سے آپ نے اسلام کو پیش کیا اس کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ نہیں کرسکتا، میرے دل پر اب اس کا گہرا اثر ہے (ویمبلے کانفرنس میں شریک ایک زائر کے تاثرات)

پاکستان میں احمدیوں کیلئے خصوصی دعاؤں کی تحریک

’’دعا کریں اللہ تعالیٰ وہاں کے لوگوں کو بھی امن اور چین اور سکون کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور مخالفین کے حملوں اور مکروں کو اپنے فضل سے ملیا میٹ کردے‘‘

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 19 رفروری 2021ء بمطابق 19 رتبلیغ 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ-
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ- الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ- مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ- اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ-
اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ- صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ-

20 رفروری کا دن جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اس تعلق میں آج میں کچھ کہوں گا۔ کل 20 رفروری ہے۔ یہ ایک لمبی پیشگوئی ہے۔ مختلف خصوصیات اس میں بیان ہوئی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موعود بیٹے سے متعلق ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بتائیں۔ آج میں اس میں سے ایک پہلو کہ وہ ’’علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا‘‘ کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی تحریرات، تقاریر وغیرہ کے حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔ اس میں کچھ حد تک اس پیشگوئی کا ایک پہلو کہ ’’وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا‘‘ اس کا بھی اظہار ہوجاتا ہے۔ (ماخوذ از آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

ظاہری و باطنی علوم جو خدا تعالیٰ نے آپ کو باوجود دنیاوی تعلیم کی کمی کے عطا کیے کیونکہ آپ کی تعلیم بنیادی طور پر صرف پرائمری کی تعلیم ہی تھی اور جن کو آپؓ نے مختلف موقعوں پر بیان فرمایا وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ بلکہ ان کا تعارف بھی ایک خطبہ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ یہ تعارف بھی ایک سلسلہ خطبات کا متقاضی ہے۔ پس یہ تو ممکن نہیں کہ میں سب کچھ بیان کروں لیکن میں نے سوچا کہ تعارف کی خاطر اور ایک جھلک دکھانے کیلئے آپؓ کے جو بعض مضامین، تقاریر ہیں ان کا ایک جائزہ، مختصر تعارف پیش کروں۔ یا ان مضامین کے بعض نکات خلاصۃً پیش کروں تا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم و معرفت اور تبحر کی ہلکی سی جھلک سامنے آجائے۔

یہ مضامین، تقاریر، تحریرات اللہ تعالیٰ کی توحید، ملائکہ کی حقیقت، نبیوں کے مقام و مرتبہ، حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اور دوسرے روحانی امور اور اسی طرح مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی رہنمائی، اسلام کا اقتصادی اور مالی نظام، اسلام کی تاریخ۔ اس وقت کے، آپ کے زمانے کے بعض مسائل جو اس عصر کے، وقت کے، دَور کے تھے جن میں سے بعض آج بھی اسی طرح قائم ہیں اور آپؓ کے خیالات کو پڑھ کر، اس وقت کے خیالات کو پڑھ کر ان کا حل بھی آج سامنے آجاتا ہے اور بے شمار عنوان ہیں جن پر آپؓ کے یہ سب خطابات اور تحریرات مشتمل ہیں لیکن جیسا کہ میں نے کہا ان سب کا صرف تعارف بھی ممکن نہیں۔ اس لیے بعض کا تعارف بیان کروں گا اور یہ بھی میں نے اس وقت کیلئے ہیں جب آپؓ نے جوانی میں قدم رکھا تھا۔ سولہ سترہ سال کی عمر کا نوجوان جس کی دنیاوی تعلیم یا دینی تعلیم بھی باقاعدہ کوئی نہیں تھی وہ ایسے ایسے نکات بیان کرتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ توحید کے موضوع پر سترہ سال کی عمر میں آپؓ نے جلسہ میں ایک ایسی تقریر کی جس کی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ بالکل نئے نکات نکالے ہیں۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 40)

بہرحال آپؓ کی سولہ سترہ سال یا اٹھارہ سال کی عمر سے لے کر چونتیس پینتیس سال کی عمر تک جو کہ ابتدائی جوانی اور جوانی کی عمر ہے آپؓ کے علم و معرفت کے خزانوں کی ایک جھلک پیش کرتا ہوں۔ اس عرصہ میں جو کچھ آپ نے فرمایا میں اس کا پچاسواں حصہ بھی تعارف میں پیش نہیں کروں گا، نہیں کرسکوں گا بلکہ شاید اس سے بھی کم۔ اس کے بعد بھی آپ نے لمبی عمر پائی اور علم و عرفان کے موتی اللہ تعالیٰ سے علم پا کر بکھیرتے چلے گئے۔

مارچ 1907ء میں جبکہ آپؓ کی عمر صرف 18 سال تھی حضرت مصلح موعودؓ نے ایک عظیم الشان مضمون بعنوان ’’محبت الٰہی‘‘ تحریر فرمایا جو بعد میں کتابی شکل میں شائع بھی ہوا۔ اس مضمون سے ہی ظاہر ہوجاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہی، چھوٹی عمر میں ہی علوم ظاہری و باطنی سے آپؓ کو پُر کرنا شروع کیا۔ آپؓ نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا ہی محبت کیلئے کیا ہے اور اسکے پیدا کرنے کا مقصد اور غرض ہی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو اور اس دائمی زندگی بخشنے والے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن رہے۔ دائمی زندگی کون سی ہے؟ اگلے جہان کی۔ محبت ہی کے نتیجہ میں انسان گناہوں سے بچتا ہے اور درجات میں ترقی کرتا ہے اور محبت ہی خدا شناسی کا موجب بنتی ہے۔ بدوں محبت انسان کو خدا تعالیٰ کی حقیقت اور حقیقی معرفت نصیب ہو ہی نہیں سکتی۔ آپؓ نے فرمایا: پس ضروری ہوا کہ گناہوں سے بچنے کیلئے اور ترقی درجات کیلئے ہم اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے بڑھائیں اور اپنے دل میں وہ اخلاص اور محبت پیدا کریں جس سے کہ ہم خدا تعالیٰ

کے قریب ہوجائیں اور ہم ایک سورج کی طرح ہوں جس سے دنیا روشنی پکڑتی ہو۔ اسکے بعد آپؓ نے مختلف مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تو ایک ہی ہے لیکن اسکے بارے میں ہر مذہب کے تصورات جدا ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں، آریوں کا خدا کے بارے میں عقیدہ بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ ایسی تعلیم اور صفات والا خدا انسان کی عبادت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ آپ نے اسلامی تعلیم پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام کا خدا ہی ہر قسم کی خوبیوں اور حسن کا جامع ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ انسان فقط اسی سے محبت کرے اور اسی کی عبادت کرے۔ جیسا کہ میں نے کہا یہ تو واضح ہے کہ خدا تو سب کا ایک ہی ہے لیکن جو خدا کا نظریہ دوسرے مذاہب پیش کرتے ہیں اس کے مقابلے میں اسلام خدا کا جو نظریہ پیش کرتا ہے وہی حقیقی نظریہ ہے اور اسی سے خدا تعالیٰ کی محبت بھی دلوں میں پیدا ہوسکتی ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ کر کے ثابت کیا کہ کسی دوسرے مذہب میں خدا تعالیٰ کی اس قدر صفات بیان نہیں کی گئیں اور نہ اسلام کی بیان کردہ صفات میں کوئی دوسرا مذہب خوبیوں اور کمالات کے لحاظ سے شریک ہے۔ آخر پر آپ نے اسلام کے زندہ خدا کا یہ ثبوت پیش کیا کہ فقط اسلام کا خدا ہی وحی والہام سے انسان کی آج بھی رہنمائی کرتا ہے جس طرح کہ وہ پہلے کرتا تھا اور یہی زندہ خدا کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ پھر آپ نے آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ اب میں اپنے مضمون کے خاتمہ پر پہنچ گیا ہوں کیونکہ میں نے ثابت کیا ہے کہ غیر مذاہب کے خدا اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔ ان کی تعلیم ناقص ہے۔ انسان ان پر عمل درآمد کر نہیں کرسکتا۔ بہرحال پھر آپؓ نے لکھا کہ اسلام کی تعلیم انسانی فطرت کے مطابق ہے اور خدا قادر مطلق ہے اور کل عیوب سے پاک ہے اور سب سے بڑی خصوصیت اسلام نے یہ بتائی ہے کہ اس میں محبت کرنے والے کو بالکل صاف جواب نہیں ملتا بلکہ خدا تعالیٰ اس کے امتحان کے بعد اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صاف جواب نہیں دیتا بلکہ خدا تعالیٰ کے اس امتحان کے بعد ایک امتحان میں سے گزرنا پڑتا ہے پھر اس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس محبت کی گرمی کو جو کہ محبت کرنے والے کے دل میں ہر ایک چیز کو جلا رہی ہوتی ہے اپنی تسکین دہ کلام سے ٹھنڈا کرتا ہے اور اس سوزش اور جلن کو دور کرتا ہے جو کہ جواب کے نہ ملنے سے بپا ہوتی ہے اور اس طرح محبت اَور بھی چمک اٹھتی ہے اور اس کے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ میں خدا کے اَور بھی قریب ہوجاؤں اور اس طرح بڑھتے بڑھتے وہ یہاں تک نزدیک ہوجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی نسبت فرماتا ہے کہ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ۔ یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا نام دنیا میں تیرے سبب سے ظاہر ہے اور تیری عزت میرے سبب سے ہے اور درحقیقت خدا تعالیٰ کے نام کا جلال دنیا پر ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہوتے ہیں جو کہ اس کی محبت کے دریا میں غرق ہوتے ہیں اور ان کی عزت صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔

آپؓ لکھتے ہیں کہ میں محبت الٰہی کے لفظ پر جس قدر سوچتا ہوں اسی قدر ایک خاص لذت اور وجد دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیارا ہے مذہب اسلام جس نے ہم کو ایسی نعمت کی طرف ہدایت کی ہے جس سے ہمارے دل روشن اور ہمارے دماغ منور ہوتے ہیں۔ اسلام کی تعلیم ہمارے زخمی دلوں کیلئے ایک مرہم کا کام دیتی ہے اور اگر اسلام نہ ہوتا تو بخدا طالب حق تو زندہ ہی مرجاتے اور وہ جن کے دلوں میں محبت کا ذوق ہے ان کی کمر ٹوٹ جاتی اور محبت ایک ناممکن وجہ سمجھی جاتی اور اس کو وہم سے موسوم کیا جاتا کیونکہ جب لوگ دیکھتے کہ کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے کہ ہم محبت کرسکیں تو وہ محبت کے وجود میں شک لانے کے سوا اور کیا کرسکتے۔ خدا نے اسلام سا مذہب انسان کو عطا کر کے غمگین دلوں کو تسکین دی ہے اور زخمی سینوں کو مرہم عنایت کی ہے۔ جب ایک خدا سے محبت کرنے والا انسان دیکھتا ہے کہ وہ جس سے مَیں محبت کرتا ہوں ایک ذرّے ذرّے کو دیکھتا ہے اور دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور بولتا ہے اور پھر یہ کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنے سے محبت کرنے والے کو بدلہ دے تو اس وقت وہ اپنے دل میں اس محبت کی وجہ سے خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ یعنی انسان خوشی حاصل کرتا ہے اور خاص لذت محسوس کرتا ہے۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 2 تا 4)

حضرت مصلح موعودؓ نے 28/ دسمبر 1908ء کے جلسہ میں اس موضوع پر ایک بڑا پُرمغز خطاب فرمایا کہ ’’ہم کس طرح کامیاب ہوسکتے ہیں۔‘‘ یہ خیالات ایک انیس سالہ نوجوان کے ہیں۔ حضور نے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ...... وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یہاں تک یہ آیت ہے۔ سورہ توبہ کی 111-112 آیت۔ دونوں آیات وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ تک تلاوت کیں اور اس کے بعد فرمایا: ہر ایک شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ خدا نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے اور جبکہ مرنا ہے۔ مرنا ہر ایک انسان کیلئے ضروری ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ جب اس چند روزہ زندگی کیلئے انسان اس قدر کوشش کرتا ہے اور تدبیریں کام میں لاتا ہے تو کیا اس لامحدود زندگی کیلئے کوئی ضرورت نہیں؟ یعنی اگلے جہان کی زندگی جو لامحدود ہے اس کیلئے کوئی ضرورت نہیں اور کیا ہمیں اس کیلئے کچھ بھی تیاری نہیں کرنی چاہیے۔ بڑا اہم سوال ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ وضاحت کرتے ہیں کہ انسان ایک ذرہ سا سودا کرنے لگے تو بڑی احتیاط کرتا ہے اور ہمیشہ وہی خریدتا ہے جو مفید اور نفع رساں ہو۔

پس کیسا افسوس ہے اس پر جو ایسی تجارت نہ کرے جس میں لاکھوں کا نہیں کروڑوں کا نہیں بلکہ غیر محدود نفع ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں آپؓ فرماتے ہیں کہ پس انسان کو چاہیے کہ اپنے لیے وہ مال جمع کرے جو اس کے کام آئے نہ وہ کہ اس کے بعد اس کے ورثاء برباد کردیں۔ لیکن یہ دنیاوی مال تو ورثاء برباد بھی کرسکتے ہیں لیکن اگر یہ اس قرآن کی بتائی ہوئی تجارت کرتا ہے تو اس سے وہ نفع اٹھائے گا۔ اس کے بعد کوئی اسے برباد نہیں کرسکے گا بلکہ مرنے کے بعد اسی کے کام آئے گا۔ آپؓ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ ایسے تاجروں کا خود خزانچی بن جاتا ہے۔ پس جس کا خزانچی خدا خود ہو اس کو اَور کسی کی کیا ضرورت ہے؟ جو اس طرح خدا کے ساتھ تجارت کریں اور اس کی فوجوں میں داخل ہوجائیں ان میں دلیری بھی چاہیے اور چاہیے کہ وہ اپنی جانیں لفظاً نہیں بلکہ عملاً خدا کے سپرد کردیں۔ حضورؓ نے ایسی تجارت کرنے والوں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں اور فتوحات کا ذکر فرمایا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے انہیں دشمن پر فتح عطا فرمائی اور غلبہ سے نوازا۔ اس تجارت یا بیع کیلئے بعض شرائط بھی ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ انسان ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے اور اس طرح معافی مانگنے سے اپنے دل کے زنگ کو دور کرتا ہے۔ نمبر دو یہ کہ خدا تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنے کیلئے عبادت کی طرف توجہ کرے۔ نمبر تین یہ کہ حمد و شکر اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرنے کا التزام رکھے۔ نمبر چار یہ کہ امر بالمعروف کرے۔ نمبر پانچ یہ کہ حدود الٰہیہ کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی حفاظت کرے۔ اِن امور پر عمل کرنے والا مخلص مومن کامیاب و کامگار ہوکر خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں پاتا ہے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 1 صفحہ 6-7)

پھر خلافت کے بعد دوسرے سال 1916ء کے جلسہ میں آپؓ نے ’’ذکر الٰہی‘‘ کے موضوع پر خطاب فرمایا جس میں آپؓ نے نہایت اچھوتے اور دلنشیں انداز میں ذکر الٰہی اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر کرتے ہوئے ’’ذکر الٰہی سے مراد کیا ہے؟ اس کی ضرورت اس کی قسمیں اور فوائد‘‘ پر روشنی ڈالی۔ آپؓ نے اسی مضمون میں موجودہ دور کے صوفیاء وغیرہ کے ذکر کی کیفیت بھی بیان فرمائی کہ اُن کا اندازِ ذکر اُن کو رسموں میں مبتلا اور خدا کے قرب سے دور کر رہا ہے۔ آپؓ نے وضاحت فرمائی کہ ذکر چار قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا ذکر نماز ہے۔ دوسرا قرآن کریم کا پڑھنا ہے۔ تیسرا اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان کرنا ہے اور ان کی تکرار اور اقرار کرنا اور ان کی تفصیل اپنی زبان سے بیان کرنا۔ چوتھا خدا تعالیٰ کی صفات کو علیحدگی اور تنہائی میں بیان کرنا، غور کرنا اور لوگوں میں بھی اس کا اظہار کرنا۔ اسی تسلسل میں آپؓ نے ذکر الٰہی کو مقبول بنانے کیلئے ذرائع اور ذکر الٰہی کے خاص اوقات بھی بیان فرمائے کہ کیا کیا اوقات ہیں۔ کیا ذریعے ہیں۔ اسی خطاب میں آپؓ نے مقام محمود تک پہنچانے والے ذکر یعنی نماز تہجد میں باقاعدگی کی تاکید بھی فرمائی اور اسکے التزام واہتمام کے ایک درجن سے زائد طریقے بتلائے کہ کس طرح ہم باقاعدگی سے پڑھ سکتے ہیں اور اسی طرح نماز میں توجہ کو قائم رکھنے کیلئے آپؓ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بائیس طریق بیان فرمائے اس جگہ اور آخر میں حضورؓ نے ذکر الٰہی کے بارہ عظیم الشان فوائد بھی بیان فرمائے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 3 صفحہ 15-16)

اس تقریر کے دوران ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہوئی کہ دورانِ تقریر ایک غیر احمدی صوفی صاحب جو جلسہ میں آئے ہوئے تھے، وہاں بیٹھے ہوئے سن رہے تھے انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کو رقعہ بھیجا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ جو نکات آپ بیان کر رہے ہیں اس قسم کا تو ایک نکتہ جو ہے صوفیائے کرام دس دس سال خدمت لے کر بتایا کرتے تھے کہ جو انسان دس سال اُن کی خدمت کرتا تھا، ان کے ساتھ رہتا تھا تو پھر ایک نکتہ بتاتے تھے۔ آپؓ نے ایک وقت میں ہی سارے نکتے بیان کردیے۔ آپؓ نے ایک مجلس میں سارے رازوں سے پردہ اٹھادیا۔ یہ کیا غضب کردیا آپ نے؟

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 195)

’’ربوبیت باری تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے۔‘‘ پٹیالہ میں آپؓ نے یہ خطاب فرمایا جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ 9/ اکتوبر 1917ء کو پٹیالہ میں یہ تقریر آپؓ نے فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی ہستی، اسلام اور قرآن کریم کی صداقت اور حضرت مسیح موعود کی سچائی کو صفت ربوبیت کے حوالے سے ثابت کیا۔ حضورؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ہستی کا ثبوت ہیں۔ صفات الٰہیہ پر غور کرنے اور ان زبردست قدرتوں کا مشاہدہ کرنے سے جن کا ظہور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے ماننا پڑتا ہے کہ ضرور ایک زبردست عالم، دانا اور رحیم و کریم ہستی موجود ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سورت فاتحہ جوامّ القرآن ہے اس میں ان چار صفات کو بیان کیا گیا ہے جو تمام صفات کا خلاصہ ہیں اور جن پر غور کرنے سے انسان ہر قسم کی بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً پہلی صفت رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا تعلق تمام مخلوقات سے ہے۔ ہر چیز اس کی ربوبیت سے فیض یاب ہورہی ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ جس خدا نے جسم کی ربوبیت اور ترقی کیلئے اعلیٰ درجہ کے سامان کیے ہیں اس نے روح کی زندگی کیلئے بھی ضرور سامان کیے ہوں گے جو جسم کی نسبت زیادہ قیمتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (فاطر:25) ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کے نبی آئے ہیں جو انسانوں کی تربیت اور روحانی ربوبیت اور ترقی کا سامان کرتے رہے۔

آخر پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنہیں دنیا کی تمام اقوام اور زمانوں کی اصلاح کیلئے بھیجا۔ چونکہ آپؐ کے ذریعہ شریعت کی تکمیل کردی گئی ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میرے بعد خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کر کے ایسے خدا کے بندے آتے رہیں گے جو لوگوں کو اس شریعت کے مطالب سے آگاہ کر کے انہیں خدا سے ملاتے رہیں گے۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے صفت ربوبیت کے تحت حضرت مرزا صاحب کو بھیجا جنہوں نے خدا سے ہمکلام ہونے اور اصلاحِ خلق کرنے کا دعویٰ فرمایا اور خدا کی فعلی تائید آپ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے میں ظاہر ہوئی اور زندہ نشانات نے آپؑ کے دعویٰ کی صداقت کو ثابت کردیا۔ آخر میں حضورؓ نے فرمایا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ خدا کو پیش کرتا ہے اور اس میں زندگی کا ثبوت مل رہا ہے۔ نیز یہ بھی کہ خدا جس طرح پہلے اپنے بندوں کی روحانی ربوبیت کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے طریق پر چل کر ہم آج بھی انہی انعامات اور فوائد کو حاصل کرسکتے ہیں جو آج سے ہزاروں سال پیشتر حاصل ہوئے تھے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 4-5)

پھر آپؓ کا ایک لیکچر اسلام میں اختلافات کے آغاز پر ہے جو 1919ء میں آپؓ نے مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی (Martin Historical Society) کے ایک اجلاس میں اسلامیہ کالج لاہور میں فرمایا۔ تقریباً سو صفحہ کا یہ کُل مکمل لیکچر ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے کہا کہ 26/ فروری 1919ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے ایک غیر معمولی اجلاس میں آپؓ نے یہ پیش فرمایا۔ سید عبدالقادر صاحب پروفیسر تاریخ کی صدارت میں یہ منعقد ہوا۔ اس وقت یہ عبدالقادر صاحب تاریخ کے بڑے پروفیسر تھے۔ احمدی نہیں تھے۔ انکی صدارت میں یہ ہوا۔ اس مضمون کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا کہ اسلام میں تفرقہ کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پندرہ سال بعد پڑی ہے اور اس وقت کے بعد مسلمانوں میں شقاق کا شگاف وسیع ہی ہوتا چلا گیا ہے اور اسی زمانہ کی تاریخ نہایت تاریک پردوں میں چھپی ہوئی ہے اور اسلام کے دشمنوں کے نزدیک اسلام پر ایک بدنما دھبہ ہے اور اس کے دوستوں کیلئے بھی ایک سر چکرا دینے والا سوال ہے اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس زمانے کی تاریخ کی دلدل سے صحیح و سلامت پار نکلنا چاہا ہو اور وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہوسکے ہوں اس لیے میں نے یہی پسند کیا کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں۔ چنانچہ حضور نے جو تقریر فرمائی اس میں گراں قدر نصائح تھیں، تحقیق تھی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ خیال کہ اسلام میں فتنوں کے موجب بعض بڑے بڑے صحابہ ہی تھے بالکل غلط ہے۔ حضورؓ نے اپنے اس مقالہ میں حضرت عثمانؓ کے ابتدائی حالات، حضرت عثمانؓ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں مرتبہ جو تھا وہ کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کا مرتبہ۔ فتنہ کہاں سے پیدا ہوا؟ خلافت اسلامیہ ایک مذہبی انتظام تھا۔ صحابہ کی نسبت بدگمانی بلاوجہ ہے اس پر بحث کرتے ہوئے فتنہ کی وجوہ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اس کے شروع ہونے والے اسباب وعوامل بیان فرمائے۔ فتنہ کے بانی مبانی عبداللہ بن سبا کے حالات اور اس زمانے میں کوفہ، بصرہ، شام اور وہاں کے مسلمانوں کے عمومی مزاج پر روشنی ڈالی۔ حضرت عثمانؓ پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی سے ایسے امراء مقرر کردیے تھے جو

اس فتنے کا باعث بن رہے تھے۔ حضورؓ اس کے متعلق اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غرض جو لوگ تحقیق کیلئے بھیجے گئے تھے وہ نہایت عظیم الشان اور بے تعلق لوگ تھے اور ان کی تحقیق پر کسی شخص کو اعتراض کی گنجائش حاصل نہیں۔ فرمایا کہ پس ان تینوں صحابہ کا مع ان دیگر آدمیوں کے جو دوسرے بلاد میں بھیجے گئے تھے متفقہ فیصلہ کر دینا کہ ملک میں بالکل امن و امان ہے۔ ظلم وتعدی کا نام ونشان نہیں۔ حکام عدل وانصاف سے کام لے رہے ہیں، ایک فیصلہ ہے جس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فساد چند شریر النفس آدمیوں کی شرارت اور عبداللہ بن سبا کی انگیخت کا نتیجہ تھا ورنہ حضرت عثمانؓ اور ان کے نواب یعنی ان کے جو عامل مقرر کیے گئے تھے، گورنر تھے، وہ ہر قسم کے اعتراضات سے پاک تھے۔ حضرت عثمانؓ اپنی طبیعت کے مطابق نرمی اور رحمدلی کی طرف مائل رہے۔ مفسدوں کی شرارت اور فتنہ پردازی پر یہی کہتے رہے کہ میں مسلمانوں کے خون سے اپنا ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔ کبار صحابہ اور حضرت معاویہ نے اس سلسلہ میں قیام امن کیلئے بعض تجاویز پیش کیں مگر حضرت عثمانؓ رحمدلی کے طریق پر ہی قائم رہے بلکہ معترضین کے منہ بند کرنے کیلئے ان کے مطالبات بھی جائز حد تک مان لیتے رہے۔ اختلاف روایات اور تاریخی حالات کو صحیح طور پر سمجھنے کیلئے ایک نہایت ضروری اور لازمی امر بیان کرتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں کہ اس زمانے کی تاریخ کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اس زمانے کے بعد کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جو ایک یا دوسرے فریق سے ہمدردی رکھنے والوں سے خالی ہو اور یہ بات تاریخ کیلئے نہایت مضر ہوتی ہے کیونکہ جب سخت عداوت یا ناواجب محبت کا دخل ہو تو روایت کبھی بعینہ نہیں پہنچ سکتی۔ تاریخ کی تصحیح کا یہ زرّیں اصل ہے کہ واقعات عالم ایک زنجیر کی طرح ہیں۔ کسی منفرد واقعہ کی صحیح صحت معلوم کرنے کیلئے اسے زنجیر میں پرو کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کڑی ٹھیک اپنی جگہ پر پروئی بھی جاتی ہے کہ نہیں۔ حضورؓ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ ہر ایک فتنہ سے یا عیب سے پاک تھے بلکہ ان کا رویہ نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظہر تھا اور ان کا قدم نیکی کے اعلیٰ مقام پر قائم تھا اور یہ کہ صحابہ کو حضرت عثمانؓ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ وہ آخر دم تک وفاداری سے کام لیتے رہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ پر خفیہ ریشہ دوانیوں کا الزام بھی بالکل غلط ہے۔ انصار پر جو الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ سے ناراض تھے وہ غلط ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انصار کے سب سردار اس فتنہ کے دور کرنے میں کوشاں رہے ہیں۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 11 تا 13)

اس پر بعضوں نے، غیروں نے بھی تاثرات دیے۔ ’’اس کی پہلی اشاعت پر سید عبدالقادر صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے تمہید تحریر فرمائی تھی جس میں لکھا تھا کہ فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُد بُد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوانِ خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد کی جس قدر اصلی اسلامی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر یہ مضمون سبق آموز اور قابل قدر معلوم ہوگا۔‘‘

(نوٹ از ناشر (فضل محمود جاوید قادیان) اسلام میں اختلافات کا آغاز صفحہ 2 مطبوعہ ستمبر 1937ء)

پھر آپؓ کی ایک تقریر ’’تقدیر الٰہی‘‘ پر ہے جو جلسہ سالانہ پر آپؓ نے مسجد نور قادیان میں کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ 1919ء کے جلسہ سالانہ کے موقع کی بات ہے۔ یہ تقدیر الٰہی کا جو مسئلہ ہے یہ نہایت مشکل اور دقیق مسئلہ ہے اس پر آپؓ نے بڑا عارفانہ خطاب فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے خدا تعالیٰ سے عاجزانہ طور پر کہا کہ اے خدا! اگر اس مضمون کا سنانا مناسب نہیں تو میرے دل میں ڈال دے کہ اسے نہ سناؤں لیکن مجھے یہی تحریک ہوئی کہ سناؤں۔ گو وہ مضمون مشکل ہے اور اس کے سمجھنے کیلئے بہت محنت اور کوشش کی ضرورت ہے لیکن آپ لوگ اسے سمجھ لیں گے تو بہت بڑا فائدہ اٹھائیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب کے مختلف حوالے بیان کرتے ہوئے اس کے بارے میں یوں فرمایا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اس موضوع پر ایک ایسے جلسہ عام سے خطاب فرمانا جہاں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ، ذہین اور بلید ہر قسم کے لوگ جمع تھے یقیناً کوئی معمولی کام نہ تھا۔ آپؓ نے جس عمدگی سے اس مضمون کو ادا کیا بلاشبہ وہ آپ ہی کا حق تھا۔ خلیفہ رابعؒ فرماتے ہیں کہ یہ تقریر کیا تھی! علم کلام کا ایک شاہکار تھا۔ مسئلہ قضا وقدر کی اہمیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بیان کرنے کے بعد آپؓ نے اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا کہ مسئلہ تقدیر پر ایمان اور وجودِ باری تعالیٰ پر ایمان لانا لازم وملزوم ہے۔ اسکے بعد آپؓ نے قضا وقدر کے متنازع فیہ نظریات پر بحث فرما کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات میں تطبیق فرمائی اور اس کے بعد مسئلۂ تقدیر کے نہ سمجھنے کے نتیجہ میں انسان کو جو بڑی بڑی ٹھوکریں لگی ہیں ان کا ذکر فرمایا۔ پھر وحدت الوجود کے عقیدہ کی غلطیاں ظاہر کرتے ہوئے چھ قرآنی آیات سے نہایت لطیف اور ٹھوس دلائل پیش کر کے اس عقیدے کا ردّ فرمایا۔ بعد ازاں اس کی دوسری انتہا کو بھی غلط ثابت فرمایا اور اس خیال کی بدلائل تردید کی کہ خدا گویا کچھ نہیں کر سکتا اور جو کچھ بھی ہے وہ تدبیر ہی ہے۔ علمِ الٰہی اور تقدیرِ الٰہی کو خلط ملط کرنے کے نتیجہ میں انسانی فکر نے جو ٹھوکریں کھائی ہیں اس کا نہایت عمدہ تجزیہ کر کے اس مسئلہ کو خوب نکھارا ہے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: یہ تقریر تقدیر الٰہی کے مسئلہ پر ہر پہلو سے بحث کرتی ہے اور مختلف قدیم وجدید اعتراضات کے جوابات بھی اس میں دیے گئے ہیں۔ تقدیر کے ذکر میں آپؓ نے سات روحانی مقامات کا ذکر بھی فرمایا ہے جو تقدیر الٰہی کے مسئلہ کو صحیح معنوں میں سمجھ کر اسکے تقاضے پورے کرنے کے نتیجہ میں انسان کو مل سکتے ہیں۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 4 صفحہ 20-21)

تو بہرحال یہ پڑھنے والی ہے۔ تقدیر الٰہی کے بارے میں لوگ سوال کرتے رہتے ہیں، ان کو یہ پڑھنی چاہیے۔

پھر مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے ایک موقع پر آپؓ نے نصائح فرمائیں۔ ’’معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ‘‘ کے عنوان سے اِلٰہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس ہوئی تھی اس میں جو بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ عظیم اول کے بعد فاتح اتحادی ممالک نے دولتِ عثمانیہ سے صلح کی جو شرائط طے کیں وہ انتہائی ذلت آمیز تھیں۔ ان کی رو سے سلطنت ترکی کے حصے بخرے کر دیے گئے تھے۔ اس کی بحری وبری وہوائی افواج نہایت محدود کر دی گئیں اور اس پر بعض اَور کڑی پابندیاں بھی لگا دی گئیں۔ ان حالات میں ترکی کی سلطنت کے ساتھ صلح کی شرائط کے مسئلہ پر غور کرنے اور مسلمانوں کیلئے آئندہ طریق عمل سوچنے اور تجویز کرنے کیلئے یکم اور 2/جون 1920ء کو الٰہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جانا مقرر ہوا۔ جمعیت علمائے ہندوستان کے مشہور لیڈر جناب مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے 30/مئی 1920ء کو حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ اس کانفرنس میں اپنے خیالات کے اظہار کیلئے دعوت دی۔ چنانچہ حضور نے ’’معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ‘‘ کے عنوان سے ایک دن میں یہ مضمون تحریر فرمایا اور اسے راتوں رات چھپوا کر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب، حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب اور حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے ذریعہ بھجوایا۔ حضورؓ نے اپنے اس مضمون میں معاہدہ ترکیہ کی شرائط کے نقائص کی نشاندہی فرما کر اس کے بداثرات سے بچنے کیلئے مسلمانوں کے سامنے بعض تجاویز پیش فرمائیں۔ حضور نے نہایت مدلل انداز میں اپنے موقف کو پیش کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا کہ جو تجاویز ہجرت، جہاد عام اور گورنمنٹ سے قطع تعلق کرنے کی پیش کی جارہی ہیں یہ ناقابل عمل اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ حضورؓ نے اپنی طرف سے یہ تجویز فرمائی کہ مسلمان متفق اللسان ہوکر یعنی ایک زبان ہوکر اتحادی حکومتوں پر یہ واضح کر دیں کہ چونکہ انہوں نے ترکوں سے صلح کی شرائط اپنے تجویز کردہ قواعد کے خلاف رکھی ہیں اور اس معاہدے میں مسیحی تعصب دکھائی دیتا ہے نیز ان شرائط میں سرمایہ داروں (Capitalist) کے مفادات کو مدّنظر رکھا گیا ہے لہٰذا مسلمان اس فیصلہ کو ناپسند کرتے ہیں اور اسے تبدیل کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔ اس مضمون میں حضورؓ نے مذکورہ تجویز کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور بہبود کیلئے بلا تاخیر ایک عالمگیر لجنہ اسلامیہ یعنی مؤتمر عالم اسلامی قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 5 صفحہ 10)

آج جو کہتے ہیں یہ جو بنائی ہے کہ مسلمان اکٹھے ہوں وہ بھی فیصلہ نہیں کر سک رہی۔ لیکن یہ تجویز بھی حضرت مصلح موعودؓ نے دی تھی۔ اس مضمون میں جو حالات کا نقشہ کھینچا گیا ہے آج بھی عمومی طور پر بعض مغربی طاقتوں کا مسلمانوں کی حکومتوں کے ساتھ یہی رویہ اور سلوک نظر آتا ہے۔ اس وقت جب یہ انٹرنیٹ وغیرہ کی سہولتیں بھی نہیں تھیں یہ غیر معمولی تجزیہ جو آپؓ نے کیا تھا اور پھر جو مشورے دیے تھے وہ آپؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید کی نشاندہی کرتا ہے اور دنیا کا علم جو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو عطا کیا اور آپؓ کی ذہانت جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اس کی نشاندہی کرتا ہے۔

پھر آپؓ کی ایک تقریر ’’ملائکۃ اللہ‘‘ پہ ہے جو 28 دسمبر 1920ء کی ہے۔ دو دن بیت النور میں یہ تقریر ارشاد فرمائی۔ ’’ملائکۃ اللہ کا یہ مضمون اسلام کے بنیادی اصول اور ایمانیات میں داخل ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ مضمون نہایت باریک ودقیق ہے حضور نے اسے نہایت آسان اور بصیرت افروز انداز میں پیش فرمایا ہے۔ حضور نے قرآن کریم کی رو سے ملائکہ کی حقیقت وضرورت، ان کی اقسام، ان کے فرائض وخدمات کے علاوہ فرشتوں کے وجود پر دلائل اور ان سے متعلق شبہات واعتراضات کے مفصل ومدلّل جوابات دیے ہیں۔ مضمون کے آخر پر حضور نے فرشتوں سے تعلق پیدا کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کے آٹھ ذرائع بیان فرمائے ہیں۔‘‘ (تعارف کتب انوار العلوم جلد 5 صفحہ 15)

یعنی نمبر ایک جس انسان پر جبرئیل نازل ہو اس کے پاس بیٹھنے سے۔ نیک لوگوں اور انبیاء کے ساتھ صحبت صالحین سے، انبیاء کی صحبت سے۔ نمبر دو یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے اور نمبر تین یہ کہ انسان کے قلب میں یہ تحریک ہو کہ عفو اور درگذر کو قائم کرے اور بدظنی کو ترک کرے۔ نمبر چار یہ کہ انسان تسبیح اور تحمید کرے۔ نمبر پانچ یہ کہ غور سے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے۔ چھ یہ کہ جو کتابیں ایک ایسے شخص کی لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں ان کو پڑھنے سے۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہیں جو پڑھنی چاہئیں۔ نمبر سات یہ کہ جس مقام پر ملائکہ کا خاص نزول ہوا ہو انسان وہاں جائے۔ بعض شعائر اللہ ہیں، ایسے مقامات ہیں وہاں جانا چاہیے۔ اور نمبر آٹھ یہ کہ خلیفہ کے ساتھ تعلق ہو۔ یہ ساری باتیں آپؓ نے اس میں بیان فرمائیں۔ (ماخوذ از ملائکۃ اللہ انوار العلوم جلد 5 صفحہ 556 تا 561)

پھر ’’ضرورت مذہب‘‘ یہ بھی آپ کا ایک لیکچر ہے جو آپؓ نے 5/مارچ 1921ء کو لاہور میں کالج کے بعض طلباء کے سوالوں کے جوابات میں دیا۔ اس کی خلاصۃً تفصیل اس طرح ہے کہ 4/مارچ 1921ء کو ایک مقدمے میں شہادت کی غرض سے حضرت مصلح موعودؓ لاہور تشریف لے گئے اور 4/ سے 7/مارچ تک وہاں مقیم رہے۔ 5/مارچ کو کالج کے بعض طلباء نے حضور سے ملاقات کے دوران مندرجہ ذیل تین سوالات پوچھے۔ اول یہ کہ مذہب کی کوئی ضرورت نہیں نہ اس سے کوئی فائدہ ہے؟ ہاں لوگ اگر اس کو بعض ظاہری فوائد حاصل کرنے کے لیے اختیار کرلیں تو بُرا نہیں تو اس پر روشنی ڈالیں۔

ارشاد باری تعالیٰ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا

(سورۃ الفرقان:64)

اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں
اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ’’سلام‘‘

طالب دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

ارشاد باری تعالیٰ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(سورۃ آل عمران:32)

تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا،
اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

دوسری یہ کہ دیگر مذاہب میں بھی بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو پیشگوئیاں کرتے ہیں پھر اسلام کی یہ خصوصیت نہ رہی کہ اس کی کوئی پیشگوئیاں ہوئی ہیں۔ سوم یہ کہ حضرت مرزا صاحب کے سلسلہ کا پھیلنا ان کی صداقت کا ثبوت نہیں کیونکہ روس میں لینن کو بھی بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ حضور نے ان تینوں سوالوں کے نہایت آسان پیرائے میں مدلل جواب ارشاد فرمائے۔ ''ضرورتِ مذہب'' کے نام سے یہ چھپی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ مذہب کی ضرورت کا سوال خدا کی ہستی سے وابستہ ہے۔ اگر خدا ہے تو مذہب کی بھی ضرورت ہے اور خدا کی ہستی کا ثبوت اس کا اپنے بندوں سے کلام کرنا ہے اور اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں پوری ہورہی ہیں اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت فراہم کررہی ہیں۔ دوسرے سوال کے جواب میں حضور نے بتایا کہ انبیاء اور دیگر لوگوں کی پیشگوئیوں میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اپنے علم کی بنا پر پیشگوئیاں کرتے ہیں اور وہ قیاس کا رنگ رکھتی ہیں جبکہ انبیاء کی پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ مخالف حالات میں ہوتی ہے۔ ان کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں۔ ان میں شوکت اور حاکمانہ اقتدار ہوتا ہے۔ اور تیسرے سوال کے جواب میں حضورؓ نے فرمایا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کو جو ترقی حاصل ہوئی ہے اس ترقی کے بارے میں حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ پہلے سے موجود ہے اور اسکے مطابق ہی ترقی ہوئی ہے۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہوگا کہ دوسروں کی ترقی بھی ہورہی ہے اور حضرت مرزا صاحب کی ترقی ان کی صداقت کی علامت نہیں۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 1-2)

بہر حال یہ ایک لمبا تفصیلی مضمون ہے۔

پھر ہستی باری تعالیٰ پر 1921ء میں آپؓ نے ایک تقریر فرمائی۔ یہ بھی 190 صفحات کی بہت لمبی تقریر ہے اور خلاصہ اس طرح ہے کہ ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر حقائق و معارف سے پُر، بصیرت افروز انداز میں ایک عالمانہ اور جامع تقریر 1921ء میں فرمائی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی اس تقریر میں ہستی باری تعالیٰ کے آٹھ دلائل اور ان پر پیدا ہونے والے اعتراضات کے جواب ارشاد فرمائے۔ خدا تعالیٰ کی صفات سے خدا کی ہستی کا ثبوت فراہم فرمایا اور صفات الٰہیہ کی اقسام بھی بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق اہل یورپ کے خیالات، زرتشتیوں کے خیالات، ہندوؤں کے خیالات اور آریوں کے تصورات کے بالمقابل اسلام کی خدا تعالیٰ سے متعلق تعلیمات تفصیل سے بیان فرمائیں۔ علاوہ ازیں حضور نے اپنی اس تقریر میں شرک کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے ان کا ردّ بیان فرمایا اور رؤیتِ الٰہی، رؤیت کے مدارج و درجات، اس کے فوائد اور اس رؤیت کے حصول کے طریق و ذرائع بھی بیان فرمائے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 6)

پھر آپؓ نے ایک تصنیف 1921ء میں ''تحفہ شہزادہ ویلز'' کے نام سے فرمائی۔ شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد کے موقع پر ان کو پیش کی گئی۔ اس کا خلاصۃً (مضمون) یہ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ کے ولی عہد شہزادہ ویلز دسمبر 1921ء میں ہندوستان کے دورے پر آئے۔ یہ وہی شہزادے ہیں جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم کہلائے اور 1936ء میں چرچ آف انگلینڈ سے اختلاف کرکے تخت سے دستبردار ہوگئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی ہندوستان آمد کے وقت ''تحفہ شہزادہ ویلز'' کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف فرمائی اور حضور کی تجویز کے مطابق جماعت احمدیہ کے بتیس ہزار دوسو آٹھ ممبروں نے ایک آنہ فی کس جمع کرکے اس کتاب کی اشاعت کا انتظام کیا اور جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے لاہور میں 27/فروری 1922ء کو گورنمنٹ پنجاب کے توسط سے پرنس آف ویلز کی خدمت میں ایک ایڈریس کے ساتھ یہ کتاب اسلام کے بے نظیر تحفہ کی صورت میں پیش کی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس مختصر عالمانہ تصنیف میں حکومت وقت سے وفاداری کے اظہار کے علاوہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختصر حالات اور سلسلہ احمدیہ کی تعلیم، تاریخ اور اس کے قیام کی غرض بیان فرمائی۔ آخر میں سنتِ رسول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک اسلام کا پیغام نہایت مؤثر رنگ میں پہنچا کر اسے اسلام کی طرف دعوت دی ہے۔ شہزادہ ویلز نے حضور کی طرف سے پیش کیے گئے اس تحفے کو قبول کیا اور اپنے چیف سیکرٹری کے ذریعہ اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔ (ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 6 صفحہ 7)

اس بارے میں تاثرات یہ ہیں کہ شہزادہ ویلز جو بعد میں ایڈورڈ ہشتم بنے، 1936ء میں انگلینڈ چرچ سے جیسا کہ میں نے بتایا اختلاف کی وجہ سے تخت سے دست بردار ہوگئے اور انہوں نے اس تحفے کو بڑی قدر کی نگاہ سے اور احترام سے دیکھا اور نہ صرف اپنے چیف سیکرٹری کے توسط سے اس کا شکریہ ادا کیا بلکہ مارچ 1922ء کو لاہور سے جموں تک کے سفر میں اسے مکمل طور پر مطالعہ کیا اور بہت خوش ہوئے۔ اور جیسا کہ بعد کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ کتاب پڑھتے پڑھتے بعض مقامات پر ان کا چہرہ گلاب کی طرح شگفتہ ہوجاتا تھا۔ اسی طرح ان کے ایڈیکانگ نے یہ بھی بتایا کہ وہ کتاب پڑھتے پڑھتے یکدم کھڑے ہوجاتے تھے۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے صراحتاً عیسائیت سے بیزاری کا اظہار کیا۔

اخبار ''ذوالفقار'' نے 24/اپریل 1922ء میں اس کتاب پر ریویو کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ ہم خلیفہ ثانی کے سلسلہ احمدیہ کی اشاعت اسلام میں ہمت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے ...... تحفہ ویلز کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو تبلیغ اسلام سے لبریز ہے اور ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ جس کو دیکھتے ہوئے غیر احمدی ضرور رشک کریں گے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اخبار نویسی کے میز پر تعصب کی مالا گلے سے اتار کر رکھ دیتے ہیں۔ اس واسطے اس تحفے کو دیکھ کر ہم عش عش کر اُٹھے۔ اس تحفے میں فاضل مصنف نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ دعوتِ اسلام کو بڑی آزادی اور دلیری کے ساتھ برطانیہ کے تخت و تاج کے وارث تک پہنچادیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے کسی فرقے کا کوئی فرد یا موجودہ زمانے کا کوئی شورش پسند اخبار حسد اور بغض کی راہ سے اس تحفے پر کوئی حملہ کرے۔ ہمیں اس تحفہ میں کوئی ایسا مقام دکھائی نہیں دیا جس میں خوشامد سے کام لیا گیا ہو۔ ہاں بعض مقامات ایسے ہیں جس میں مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے ابتدا سے آخر تک مختصر سے حالات لکھے ہیں لیکن وہ واقعات امن پسندی اور حکومت کی وفاداری کا اظہار ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ بدامن اور شورش پسند فرقے کو کبھی خدا دوست نہیں رکھتا اور تباہ و برباد کردیتا ہے۔

اسی طرح پنجاب کے ایک نیم سرکاری اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے 18/اپریل 1922ء کی اشاعت میں لکھا کہ ''یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ نہایت قابلیت اور علمیت کے ساتھ اپنے دلائل کو احسن رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ ...... قطع نظر اس کے کہ اس کی وسیع غرض ایک تبلیغی کوشش ہے خواہ پرنس آف ویلز احمدی ہوں یا نہ ہوں اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کی قدر و قیمت میں اور ان لوگوں کے لطف میں کمی نہیں ہوسکتی جو مذہب میں اور خاص کر ہندوستان اور برطانیہ کے بے شمار مذاہب میں دلچسپی رکھتے ہیں۔'' (تاریخ احمدیت جلد نمبر 4 صفحہ 294) بیرونی دنیا پر بھی اس کتاب نے گہرا اثر ڈالا۔ مغربی ممالک میں تو اس نے تبلیغ اسلام کا ایک نیا راستہ کھول دیا۔ چنانچہ ویانا جو آسٹریا کا کیپیٹل (Capital) ہے وہاں کے ایک پروفیسر نے جو تین زبانوں کا ماہر تھا، اسے پڑھ کر بے حد خوشی کا اظہار کیا اور افسوس کیا کہ وہ بوڑھا ہوگیا ہے ورنہ دنیا بھر میں اس کی اشاعت کرتا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے امریکہ سے لکھا کہ اس کتاب نے امریکہ کو بہت متاثر کیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا امریکہ کے علمی تقاضوں کے مطابق یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ مغربی ممالک کے علاوہ افریقہ میں بھی اس کا اثر ہوا۔ چنانچہ نیروبی کے اخبار ''لیڈر'' نے لکھا کہ گو میں عیسائی نہیں مگر عیسائیوں کے گھر پیدا ہوا ہوں اور ان کے لٹریچر کو خوب سمجھتا ہوں لیکن جو کچھ مجھے اس کتاب سے حاصل ہوا ہے اور جو میں نے حظّ اٹھایا ہے اسے بیان نہیں کرسکتا۔ اس کتاب کا لکھنے والا گو مسلمان ہے لیکن شبہ غالب ہے کہ وہ عیسائیوں میں سالہا سال تک رہا ہے اور ان کے لٹریچر کو اس نے غور سے پڑھا ہے ورنہ یہ بہت مشکل ہے کہ وہ عیسائیوں کو ایسی پتے کی باتیں اس دھڑلے سے سنائے۔ آج تک کوئی ایسی کتاب میری نظر سے نہیں گزری جو مذہبی بنیاد پر لکھی گئی ہو اور تعصّب سے مبرا رہی ہو۔ اس شان کی یہ پہلی کتاب ہے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 292 تا 294)

اسی طرح ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' یہ 1924ء کی آپ کی ایک تقریر ہے جو ویمبلے کانفرنس میں تھی۔ اس کتاب کا خلاصہ پڑھا گیا تھا۔ کتاب تو بہت موٹی ہے۔ 250 صفحات کی ہے۔ 1924ء میں یہ ویمبلے کانفرنس منعقد ہوئی تھی اور دنیا کے تمام مذاہب کے چوٹی کے علماء کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کے بارے میں لیکچر دیں۔ اس میں حضرت مصلح موعودؓ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کانفرنس کیلئے ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کے نام سے 24/مئی تا 6/جون دو ہفتے سے بھی کم عرصہ میں ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی۔ پھر اس کا خلاصہ حضرت مصلح موعودؓ کی موجودگی میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے اس کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔ یہ لیکچر ایسا منفرد اور اچھوتا تھا کہ عیسائیت کے بڑے بڑے لیڈر بھی بے اختیار بول اٹھے کہ بلاشبہ اس مضمون میں جو خیالات بیان کیے گئے ہیں وہ تربیت اور دلائل اور اپنی خوبی وحسن کے لحاظ سے اچھوتے اور منفرد ہیں۔ چنانچہ اس لیکچر کے ذریعہ خدا نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام دنیائے مذاہب کے بڑے بڑے لیڈروں کو اس طرح پہنچانے کا موقع دیا کہ وہ بھی اسلام کی حقانیت کا اقرار کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اس کتاب میں حضرت مصلح موعودؓ نے اسلام کی حسین تعلیم کی مختلف جہات پر نہایت شاندار انداز میں روشنی ڈالی۔ سب سے پہلے آپ نے سورت صافات کی آیات سے یہ ثابت کیا کہ یہ جو مذہبی کانفرنس منعقد ہورہی ہے اس قسم کی کانفرنسوں کے انعقاد کی خبر آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن مجید نے دے دی تھی۔ اس کے بعد آپ نے جماعت احمدیہ کا تعارف کروایا اور دلائل قاطعہ سے ثابت کیا کہ احمدیت اور حقیقی اسلام ایک ہی چیز کا نام ہے۔ اس کے بعد آپ نے مذہب کے چار مقاصد بیان کیے۔ اس ذیل میں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کے بارے میں اسلام کا جو تصور ہے اسے کھول کر بیان کیا۔ واضح کیا کہ اسلام انسان سے اپنے خدا کے ساتھ کس طرح کا تعلق رکھنے کی امید کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بندے پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس شبہ کا ازالہ بھی کیا کہ اسلام اس طرح کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب سے کام ہی نہ لیا جاوے بلکہ سب کام خدا پر چھوڑ دیے جائیں یعنی ہاتھ پیر ہلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ الزام مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے کہ اسلام کی ہرگز یہ تعلیم نہیں ہے بلکہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ اسباب سے بھرپور کام لیا جائے۔ جو ذرائع ہیں ان کو استعمال کیا جائے پھر خدا پر توکّل کیا جاوے۔ توکّل ہرگز ترکِ اسباب کا نام نہیں ہے۔ توکّل کرنا تو ترکِ اسباب کا نام نہیں ہے بلکہ اس امر پر یقین کا نام ہے کہ خدا تعالیٰ ایک زندہ خدا ہے۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ نے اس امر پر روشنی ڈالی کہ اس وقت صرف اسلام ہی ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ سے ملا سکتا ہے کیونکہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ جو بھی اسلام کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق عمل کرتے ہوئے خدا سے وصال کی تڑپ رکھے خدا ضرور اسے مل جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس شبہ کا ازالہ صرف اسلام ہی کرتا ہے کہ اس کی تعلیم پر چل کر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو کہ صفات الٰہیہ کے مظہر ہوتے ہیں اور جو پہلے خود اپنی ذات پر صفاتِ الٰہیہ کا پرتو ڈالتے اور پھر دوسروں کو اس کا نشان دکھاتے ہیں اور ہستی باری کا کامل عرفان بخشتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس غرض کیلئے کہ لوگ اس کے وجود کو پہچانیں اور شک وشبہ کی زندگی سے پاک ہوں حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا تھا۔ اسکے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے اخلاق کی مختلف جہات کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم ہی سب سے کامل ہے اور کوئی دوسرا مذہب اس کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔ پھر آپؓ نے اخلاقِ حسنہ کے اصول اور اخلاقِ سیئہ سے بچنے کے ذرائع کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اخلاق کی درستگی کے بارے میں اسلام کی جو تعلیم ہے اس کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے تمدن کے بارے میں اسلام کی تعلیم بیان کی ہے اور نہایت لطیف پیرائے میں اخلاق اور تمدن کے فرق کو واضح کیا ہے۔ پھر انسان کے معاشرے میں مختلف لوگوں سے جو تعلقات ہیں وہ کن خطوط پر استوار ہونے چاہئیں، اس پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر شہریت

ارشادنبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جولوگ بُرے لوگوں میں رہتے ہیں اور باوجود قدرت کے ان کو برائی سے نہیں روکتے
اللہ تعالیٰ اُن کو ان کے مرنے سے پہلے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

(ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی)

طالبِ دُعا: مجلس انصاراللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

ارشادنبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جوشخص محض شہرت کی خاطر کوئی کام کرتا ہے
اللہ تعالیٰ اسکو اس رنگ میں شہرت دے گا کہ آخرکار اسکے عیب لوگوں پر ظاہر ہوجائیں گے۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ)

طالبِ دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی (صوبہ مہاراشٹرا)

کے اصول بیان کیے ہیں۔ اسکے بعد آپ نے حکومت اور رعایا کے فرائض اور حقوق تفصیل سے بیان کیے اور پھر اس مضمون کو مزید وسیع کرتے ہوئے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ حکومتوں کے آپس کے تعلقات کس قسم کے ہونے چاہئیں اور مختلف ملکوں میں تنازعات کے حل کیلئے آپ نے قرآن کریم کے زریں اصول بیان کیے ہیں اور بتایا کہ اگر لیگ آف نیشنز (League of Nations) کی بنیاد ان اصولوں پر رکھی جائے گی تو وہ کامیاب ہوگی اور وہ نہیں رکھی گئی لہٰذا ناکام بھی ہوئی اور اب یو این او (UNO) بھی اگر اس نہج پر نہیں چلے گی تو وہ بھی ناکام ہو رہی ہے اور ہو جائے گی۔ بہرحال کتاب کے آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے حالات مابعد الموت کے بارے میں روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ اگلے جہان میں جو ثواب و عذاب ملیں گے ان کی حقیقت کیا ہوگی۔ اس کتاب میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ آپ نے ان تعلیمات پر عمل کرنے والوں کی مثالیں بھی دی ہیں اور انہوں نے کس طرح اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا ان پر کس قدر اثر ہوا کہ ان میں سے بعض نے اپنی جانیں قربان کر دیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے تمام دنیا میں بسنے والوں کو قبول احمدیت کی دعوت دیتے ہوئے خوشخبری دی ہے کہ ان مصائب کے دُور ہونے کا وقت آ گیا ہے اور اگر اس دَور کے فرستادے کے ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں گے تو وہ دین و دنیا کی فلاح پائیں گے۔

(ماخوذ از تعارف کتب انوار العلوم جلد 8 صفحہ 6 تا 9)

مضمون کے خاتمہ پر جو پریذیڈنٹ تھے انہوں نے مختلف الفاظ میں ریمارکس کرتے ہوئے کہا کہ مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں صرف اپنی طرف سے اور حاضرین جلسہ کی طرف سے مضمون کی خوبیٔ ترتیب، خوبیٔ خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریق استدلال کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبانِ حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں اور مَیں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ مَیں ان کی طرف سے شکریہ کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہوں۔

ایک صاحب حضرت صاحب کے حضور حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ہندوستان میں تیس سال کام کیا ہے اور مسلمانوں کے حالات اور دلائل کا مطالعہ کیا ہے کیونکہ میں ایک مشنری کی حیثیت سے ہندوستان میں رہا ہوں مگر جس خوبی، صفائی اور لطافت سے آپ نے آج کے مضمون کو پیش کیا ہے میں نے اس سے پہلے کبھی کسی جگہ بھی نہیں سنا۔ مجھے اس مضمون کو سن کر کیا بلحاظ خیالات، کیا بلحاظ ترتیب اور کیا بلحاظ دلائل بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ایک اور صاحب آئے جنہوں نے عرض کیا کہ میں اس مضمون کے سننے کیلئے فرانس سے آیا ہوں۔ میں عیسائیت پر اسلام کو ترجیح دیا کرتا تھا اور اسلام پر بدھ ازم کو ترجیح دیا کرتا تھا۔ اب جبکہ میں نے آپ کا مضمون بھی سن لیا ہے اور بدھ ازم کو بھی سنا ہے تو میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی اسلام ہی سب سے بالاتر مذہب ہے۔ جس خوبی سے اور جس خوش اسلوبی سے آپ نے اسلام کو پیش کیا اس کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرے دل پر اب اس کا گہرا اثر ہے۔ اَور بھی بہت سارے ریمارکس ہیں۔ پھر مسز شارپلز کہ وہ بھی اس کانفرنس کی سیکرٹری ہیں، اس نے چودھری صاحب سے کہا کہ میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں کہ لوگ آپ کے بڑے مشکور ہیں۔ پھر اسی عورت نے کہا کہ لوگ، عورتیں اور مرد، میرے پاس آتے ہیں اور اس کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ ایک جرمن شخص جو یہاں پروفیسر ہیں انہوں نے جلسہ سے واپسی کے وقت سڑک پر چلتے ہوئے آگے بڑھ کر حضرت صاحب کے حضور مبارکباد عرض کی اور کہا کہ میرے پاس بعض بڑے بڑے انگریز بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ بعض اپنی زانوں پر ہاتھ مارتے تھے اور کہتے تھے کہ

Rare ideas . One can not hear such ideas everyday.

یہ نہایت نادر خیالات ہیں۔ ایسے خیالات ہر روز سننے میں نہیں آتے۔ وہی جرمن پروفیسر روایت کرتے ہیں کہ بعض جگہ لوگ بے اختیار بول اٹھتے تھے کہ

What a beautiful and true principle.

کیا ہی خوبصورت اور سچے اصول ہیں۔ اور خود یہ جرمن پروفیسر اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کرتا تھا کہ یہ موقع احمدیوں کیلئے ایک ٹرننگ پوائنٹ (turning point) ہے یعنی ترقی کا مقام ہے اور یہ ایسی کامیابی ہے کہ اگر آپ لوگ ہزاروں پاؤنڈ بھی خرچ کر دیتے تو ایسی شہرت اور ایسی کامیابی کبھی نہ ہوتی جیسی کہ اس ایک لیکچر کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ بہائی مذہب کی ایک عورت نے لیکچر سنا اور پھر ہمارے ساتھ ساتھ مکان کے قریب تک چلی آئی۔ وہ کہتی تھی کہ میں بہائی خیالات رکھتی تھی مگر اب آج کا لیکچر سن کر میرے خیالات بدل گئے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے زیادہ تر لیکچر سنوں۔ مجھے اگر مہربانی سے بتائیں کہ کب اور کہاں کہاں لیکچر ہوں گے تو میں ضرور آؤں گی۔ ایک عورت نے پیچھے پڑ کے حضور کو اپنے گھر چائے پہ آنے کی دعوت بھی دی۔ ایک صاحب نے یہ بھی کہا کہ ایسا پیارا مضمون تھا کہ حب الوطنی سے بھی زیادہ پیارا تھا۔ (ماخوذ از الفضل 23 اکتوبر 1924ء صفحہ 4-5)

تو بہرحال یہ چند جھلکیاں میں نے 18 سال کی عمر سے 35 سال کی عمر تک کے علم و عرفان کے موتیوں کی دکھائی ہیں۔ شروع جوانی ہے اور پھر جوانی ہے اور جوانی کی عمر کی یہ باتیں اس شخص کی ہیں جس کی جیسا کہ میں نے کہا کوئی دنیاوی تعلیم نہیں تھی لیکن علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا گیا تھا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی صداقت کا بھی ایک نشان ہے۔ اس سترہ سال کے عرصہ میں جو میں نے بیان کیا ہے، جو باتیں بیان کی ہیں وہ صرف سترہ سال کے عرصہ کی ہیں۔ کچھ آپ کی خلافت سے پہلے کی کچھ خلافت کے بعد کی اور اس سترہ سال کے عرصہ میں جو کچھ بھی آپ نے بیان فرمایا ہے اس کا بھی پچاسواں حصہ میں نے کہا تھا بلکہ سوواں حصہ کہنا چاہیے وہ بھی بیان نہیں کر سکا۔ خیال تھا کہ شاید کافی تعارف کتب ہو جائے گا۔ خطبات اور تفسیریں حضرت مصلح موعودؓ کی اس کے علاوہ ہیں جن میں علم و معرفت کے نکات ہیں۔ علوم و معرفت کی نہریں ان میں بہ رہی ہیں۔ پھر مختلف مجالس میں دنیا کی رہنمائی آپ نے کی ہے۔ بس اس خزانے کو بھی جو کافی حد تک چھپ چکا ہے جماعت کے افراد کو پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات بلند فرماتا رہے۔

پاکستان کے حالات کیلئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ وہاں کے لوگوں کو بھی امن اور چین اور سکون کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور مخالفین کے حملوں اور مکروں کو اپنے فضل سے ملیامیٹ کر دے۔

......☆......☆......☆......

بقیہ خطبہ جمعہ حضور انور از صفحہ نمبر 11

تم نے وقف کر دیا ہے تو وقف والے کو تو کھانے کے پیسے بھی نہیں ہوتے۔ مبارک صاحب نے فوراً کہا کہ ابھی نکاح ہوا ہے رخصتی تو نہیں ہوئی آپ اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے جائیں اگر آپ کو اتنا ہی شک ہے۔ اور ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ بہرحال انہوں نے غیرت رکھی اور اللہ تعالیٰ نے بھی غیرت رکھی کہ وقف میں رہتے ہوئے ان کو بے شمار نوازا، مالی لحاظ سے بڑی کشائش تھی۔

خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں آپ مشیر قانونی تھے۔ کیسز کیلئے شہر سے باہر جانا پڑتا تھا اور بسوں پر سفر ہوتے تھے۔ اس وقت وہاں ربوہ میں ہر ایک کے پاس سفر کی سہولتیں، کاروں وغیرہ کی سہولت نہیں تھی اور خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا یہ حکم تھا کہ جب بھی سفر سے واپس آؤ تو آ کے مجھے رپورٹ کرنی ہے۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ بہت دیر ہو گئی۔ رات کو فجر کی نماز سے صرف دو گھنٹے پہلے میں ربوہ پہنچا۔ میں نے سوچا کہ اب جا کے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو اطلاع دوں گا تو رات نیند خراب کرنے کی ضرورت نہیں پتہ نہیں نفل پڑھ رہے ہیں یا نمازیں پڑھ رہے ہیں یا سو رہے ہوں تو بہرحال دو گھنٹے پہلے میں پہنچا اور میں نے کہا فجر کی نماز پر اطلاع کر دوں گا۔ فجر کی نماز پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ مبارک صاحب رات کب آئے؟ انہوں نے کہا ابھی ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے پہنچا ہوں تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر آ کے مجھے اس وقت بتا دیتے تو میں بھی چند گھڑیاں سو لیتا۔ تمہارا انتظار کرتا رہا کہ پتہ نہیں سفر سے خیریت سے پہنچے ہو کہ نہیں۔

پھر ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ جب میں نے وقف کر کے جامعہ جانے کا ارادہ کیا تو مجھے کہنے لگے کہ وقف تو اطاعت کا نام ہے۔ تمہاری طبیعت میں تھوڑی تیزی ہے اور اس سے وقف نہیں چلتا۔ وقف تو محض خاموشی اور اطاعت کے ساتھ خدمت کرنے کا نام ہے۔ اگر تو یہ کر سکتے ہو تو بڑی خوشی کی بات ہے ورنہ مجھے یہ نہیں پسند کہ تم وقف کرو اور پھر چھوڑ دو۔ تو اس طرح انہوں نے نصیحت کی، تربیت کی۔ اللہ کے فضل سے ابھی تک بیٹے کو نبھانے کی توفیق بھی مل رہی ہے آئندہ بھی توفیق ملتی رہے۔ خلیفہ وقت کے خطبات کے دوران گھر والوں کو ہدایت ہوتی تھی کہ خطبہ کے دوران ہر کام کو چھوڑ کر توجہ سے خطبہ سنو۔ کوئی نصیحت یا ہدایت یا مالی تحریک ہوتی تو خطبہ کے ختم ہوتے ہی اس تحریک کو عملی جامہ پہناتے اور ساتھ بچوں کو بھی ہدایت کرتے۔

مرزا عدیل احمد جو انجمن میں ان کے اسسٹنٹ مشیر قانونی ہیں کہتے ہیں کہ جہاں تک میں نے مشاہدہ کیا ہے خلافت کے سچے عاشق تھے۔ آپ کو دعا پر غیر متزلزل یقین تھا۔ کوئی بھی پریشانی ہوتی یا زیادہ مشکل کام ہوتا جس کیلئے آپ کو جانا پڑتا تو آپ کہتے نوافل میں بڑی دعا کی ہے، صدقہ بھی دیا ہے، خلیفہ وقت کی خدمت میں لکھتے ہیں دیکھو اللہ فضل فرمائے گا۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ بڑے خود دار انسان تھے لیکن جماعت کیلئے اگر کسی دفتر کے چائے بنانے والے یا مددگار کی منت کرنی پڑے تو کوئی عار نہیں سمجھتے تھے اور افسروں سے رابطہ کیلئے ہر ممکنہ ذرائع استعمال کرتے تھے۔

ایک دفعہ کوئی فیصلہ کیا انجمن نے تو ان کی رائے تھی کہ اگر اس فیصلہ پر عمل کیا گیا تو جماعت پر برا اثر پڑنے کا امکان ہے، جماعت پر اس کا غلط اثر پڑنے کا امکان ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ یہ فیصلہ ٹھیک نہیں لگ رہا لیکن پھر انہوں نے کہا کہ خلیفہ وقت کو ہم اپنی رائے لکھ دیتے ہیں۔ ہمارا کام تو خلیفہ وقت تک اپنی رائے پہنچانا ہے آگے جو وہ فیصلہ کریں اسی میں برکت ہے۔

ڈاکٹر سلطان مبشر کہتے ہیں کہ افسروں سے تعلقات بنانے آتے تھے۔ ہمیشہ ان تعلقات کو سلسلہ کے مفاد کیلئے استعمال کیا۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی ان کے منہ پر مسکراہٹ قائم رہتی تھی۔ ان کے چہرے پر کبھی گھبراہٹ کے آثار نہیں دیکھے۔ جماعتی مقدمات کے سلسلہ میں ایسے مقامات پر بھی جانا پڑتا تھا جہاں دیگر احتمالات کے علاوہ جان کا خطرہ بھی لاحق رہتا تھا مگر اس مرد جری نے کبھی اپنے فرائض سے پہلوتہی نہیں کی اور جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کو مالی کشائش بھی عطا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی بانڈز کے ذریعہ سے بڑی مدد کرتا تھا اور بڑی بڑی رقمیں نکلتی تھیں۔ ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ شاید پچاس لاکھ کا انعام نکلا تو اس میں سے قریباً ساٹھ فیصد انہوں نے مختلف مدات میں اور غریبوں کی مدد میں ادا کر دیا اور یہ کوئی ایک دفعہ کا واقعہ نہیں ہمیشہ یہی ان کا اصول تھا۔ اللہ تعالیٰ بڑی بڑی رقمیں عطا کرتا تھا اور اس میں سے اکثر بڑی بڑی رقمیں یہ چندوں میں اور غریبوں کی مدد میں دے دیا کرتے تھے۔ ان کی دو بڑی خواہشیں تھیں۔ اس کیلئے دعا کی تحریک کرتے تھے۔ ایک یہ کہ آخری سانس تک سلسلہ کی خدمت میں رہیں اور دوسرے یہ کہ چلتے پھرتے دنیا سے رخصت ہو جائیں اور کسی پر بوجھ نہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دونوں خواہشیں پوری فرمائیں۔ بے شمار اَور خوبیاں بھی تھیں۔ میں نے دیکھا ہے بڑے صبر سے اور حوصلے سے کام کرنے والے، کبھی پریشانی کے حالات نہیں ہوئے۔ اللہ پر توکّل غیر معمولی تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی نسلوں کو ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

نمازوں کے بعد ان سب کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا ان شاء اللہ۔ ......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

آواز آرہی ہے یہ فونو گراف سے — ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

جب تک عمل نہیں ہے دل پاک و صاف سے — کمتر نہیں یہ مشغلہ بت کے طواف سے

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگو لین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ہے شکر رب عز و جل خارج از بیاں — جس کے کلام سے ہمیں اس کا ملا نشاں

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں — ہو گی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

خطبہ جمعہ

اے عثمان! ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے، اگر لوگ تجھ سے اس قمیص کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو تو ان کے کہنے پر اسے ہرگز نہ اتارنا۔‘‘ (الحدیث)

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

حضرت عثمانؓ تو وہ انسان تھے جن کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اسلام کی اتنی خدمات کی ہیں کہ وہ اب جو چاہیں کریں خدا ان کو نہیں پوچھے گا ان میں اتنی خوبیاں پیدا ہوگئی تھیں اور وہ نیکی میں اس قدر ترقی کر گئے تھے کہ یہ ممکن ہی نہ رہا تھا کہ ان کا کوئی فعل اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو

چار مرحومین مکرم عبدالقادر صاحب (شہید) بازید خیل پشاور، مکرم اکبر علی صاحب اسیرِ راہِ مولیٰ آف شوکت کالونی ضلع ننکانہ صاحب، مکرم خالد محمود الحسن بھٹی صاحب وکیل المال ثالث تحریک جدید ربوہ اور مکرم مبارک احمد طاہر صاحب مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 26/فروری 2021ء بمطابق 26/تبلیغ 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ- مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ- اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ-

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ- صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ-

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے غزوات اور فتوحات کا ذکر چل رہا تھا۔ آج وہی بیان کروں گا۔ علی بن محمد مَدَائِنی بیان کرتے ہیں کہ طبرستان پر حضرت عثمانؓ کے دور میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 30/ہجری میں حملہ کیا، وہاں لڑائی ہوئی اور قلعہ فتح کیا۔ (تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 102-103، سنہ 30ھ دار الفکر 1998ء)

اسی طرح فتح صَوَارِی 31/ہجری میں ہے اس کے بارے میں آتا ہے کہ اکثر کتب تاریخ میں اس معرکے کے مقام کی تعیین درج نہیں ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اس معرکے کا مقام اسکندریہ لکھا ہے۔ (تاریخ ابن خلدون الجزء 2 صفحہ 575، ولایۃ عبداللہ بن ابی سرح علی مصر و فتح افریقیہ۔ دار الفکر بیروت 2000ء) (النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ، جلد 1، صفحہ 80، ذکر ولایۃ ابن ابی سرح علی مصر۔ دار الکتب المصریۃ 1929ء)

ایک قول کے مطابق 31/ہجری میں مسلمانوں نے اہلِ روم کے ساتھ ایک جنگ لڑی جسے صواری کہا جاتا ہے۔ ابومَعْشَر کی روایت کے مطابق غزوۂ صَوَارِی 34/ہجری میں ہوا اور اَسَاوِدَہ کی بحری جنگ 31/ہجری میں ہوئی۔ واقدی کے مطابق جنگ صَوَارِی اور جنگ اَسَاوِدَہ دونوں 31/ہجری میں ہوئیں۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 115، غزوۃ الصواری، سنہ 31ھ، دار الفکر 1998ء)

جب حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سَرحؓ نے فرنگیوں یعنی فرنچ اور بربریوں کو افریقیہ اور اندلس میں شکست دے دی تو رومی بڑے سیخ پا ہوئے اور سب مل کر قسطنطین بن ہِرَقْل کے پاس جمع ہوئے اور مسلمانوں کے مقابلے میں ایسی فوج لے کر نکلے جس کی آغازِ اسلام سے اب تک کوئی مثال نہیں دیکھی گئی تھی۔ یہ لشکر پانچ سو بحری جہازوں پر مشتمل تھا جو مسلمانوں سے مقابلے کے لیے نکلا۔ امیر معاویہ نے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو بحری بیڑے کا امیر مقرر کیا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سخت مقابلہ ہوا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور قسطنطین اور اس کا باقی ماندہ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ (ماخوذ از تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 116 دار الفکر 1998ء) (ماخوذ از البدایہ والنہایہ لابن کثیر جزء 7 صفحہ 152-153 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001ء)

فتح آرمینیا 31/ہجری میں ہوئی۔ واقدی کے قول کے مطابق 31/ہجری میں حبیب بن مَسْلَمَہ فِہری کے ہاتھ پر آرمینیا فتح ہوا۔ (تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 118، دار الفکر 1998ء)

فتح خُراسان 31/ہجری میں حضرت عبداللہ بن عامر خُراسان کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے اَبْرَشَہر (Abarshahr)، طُوس (Tous)، اَبِی وَرْد (Abivard) اور نسا (Nesa) کو فتح کر لیا یہاں تک کہ وہ سَرَخْس (Sarakhs) پہنچ گئے۔ اہل مَرْو (Merv) نے بھی اسی سال صلح کر لی۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 123، شخوص عبداللہ بن عامر الی خراسان وما قام بہ من فتوح۔ دار الفکر 1998ء)

یہ مَرْو ترکمانستان میں ہے۔ باقی علاقے ایران کے ہیں۔ بلادِ روم کی طرف پیش قدمی 32/ہجری میں ہوئی۔ 32/ہجری میں امیر معاویہ نے بلادِ روم سے جنگ کی حتی کہ وہ قسطنطنیہ کے دروازے پر جا پہنچے۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جزء 7 صفحہ 155، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان 2001ء)

مَرْوُ رُوْذ، طَالَقَان، فَارِیَاب (Faryab)، جُوْزَجَان (Jowz) اور طُخَارِسْتَان (Takhar) کی فتوحات 32/ہجری کی ہیں۔ 32/ہجری میں حضرت عبداللہ بن عامر نے مَرْوُ رُوْذ، طَالَقَان موجودہ افغانستان میں بلخ اور مرورُوذ کے درمیان علاقہ ہے، فاریاب یہ بھی افغانستان کا علاقہ ہے۔ جُوزَجَان، یہ بھی افغانستان کا علاقہ ہے۔ طُخَارِسْتَان، یہ بھی افغانستان کا علاقہ ہے، یہ سب علاقے فتح کیے۔ (تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 630، فتح مرو الروذ والطالقان والفاریاب والجوزجان وطخارستان، دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء) (سیر الصحابہ جلد اول صفحہ 168 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

ابوالاَشْہَب سعدی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اَحْنَف بن قَیس کی اہل مَرْوُ رُوْذ، طَالَقَان فارِیَاب اور جُوزَجَان سے رات کی تاریکی تک جنگ جاری رہی حتی کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے دوچار کیا۔ (تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 130، فتح مرو الروذ والطالقان والفاریاب والجوزجان وطخارستان، دار الفکر 1998ء)

اَحْنَف بن قَیس نے اَقْرَع بن حَابِس کو ایک گھڑ سوار لشکر کے ساتھ جُوزَجَان کی طرف روانہ کیا۔ اَقْرَع کو اس باقی ماندہ لشکر کی طرف بھیجا گیا تھا جسے اَحْنَف شکست دے چکا تھا۔ چنانچہ اَقْرَع بن حَابِس نے ان سے سخت جنگ کی جس میں ان کے شہ سوار شہید بھی ہوئے تاہم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا۔ (تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 130-131، فتح مرو الروذ والطالقان والفاریاب والجوزجان وطخارستان، دار الفکر 1998ء)

بَلْخ کی فتح 32/ہجری میں ہوئی۔ احنف بن قیس مَرْوُرُوذ سے بَلْخ کی طرف گئے اور وہاں جا کر اہلِ بَلْخ کا محاصرہ کر لیا۔ قدیم بَلْخ خراسان کا ایک اہم ترین شہر تھا اور یہ موجودہ افغانستان کا سب سے قدیم شہر ہے۔ آج کل قدیم شہر کھنڈر کی شکل میں موجود ہے۔ دریائے بلخ کے دائیں کنارے سے 12 کلومیٹر دور واقع ہے۔ وہاں کے لوگوں نے چار لاکھ کی رقم ادا کرنے پر صلح کی درخواست کی جو اَحْنَف بن قَیس نے قبول کر لی۔ (تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 131، ذکر صلح الاحنف مع اہل بلخ، دار الفکر 1998ء) (معجم البلدان جلد اول صفحہ 568 دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہَرَات کی مہم 32/ہجری میں ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے خُلَید بن عبداللہ بن حَنَفِی کو ہَرَات اور بَاذَغِیس کی طرف روانہ کیا انہوں نے ان دونوں کو فتح کر لیا لیکن بعد میں انہوں نے بغاوت کر دی اور قَارِن بادشاہ کے ساتھ ہو گئے۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 131، ذکر صلح الاحنف مع اہل بلخ، دار الفکر 1998ء)

32/ہجری میں حضرت عبداللہ بن عامر نے خُرَاسَان پر قَیس بن ہَیْثَم کو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود وہاں سے روانہ ہو گئے۔ (تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 132، ذکر صلح الاحنف مع اہل بلخ، دار الفکر 1998ء)

قَارِن نے مسلمانوں کیلئے ایک بڑی فوج تیار کر رکھی تھی۔ قیس بن ہَیْثَم امارت عبداللہ بن خازم کے حوالے کر کے حضرت عبداللہ بن عامر کے پاس مدد اور کمک کیلئے چلے گئے۔

(تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 132-133، ذکر صلح الاحنف مع اہل بلخ، دار الفکر 1998ء)

کیونکہ فوج کافی تھی جس کا مقابلہ تھا۔ عبداللہ بن خَازِم چار ہزار کی فوج لے کر قَارِن کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن خَازِم نے چھ سو سپاہیوں کو ہراول دستے کے طور پر آگے بھیجا اور ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ وہ ہراول دستہ آدھی رات کو قارن کے لشکر تک پہنچ گیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملے سے دشمن خوفزدہ ہو گیا اور جب مسلمانوں کی باقی فوج پہنچی تو دشمن کو بری طرح شکست ہوئی اور قارن قتل ہوا۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا اور بہت سے لوگوں کو قتل اور گرفتار کر کے قیدی بنا لیا۔ (تاریخ الطبری جلد 5 صفحہ 132، ذکر صلح الاحنف مع اہل بلخ، دار الفکر 1998ء)

حضرت عثمانؓ کے دَور میں برصغیر پاک و ہند میں اسلام پہنچ گیا۔ امام ابو یوسف کتاب الخراج میں امام زہری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مصر اور شام حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح ہوئے اور افریقیہ اور خراسان اور سندھ کا کچھ علاقہ حضرت عثمانؓ کے دور میں فتح ہوا۔ (کتاب الخراج از امام ابو یوسف صفحہ 218 فصل فی قتال اھل الشرک واھل البغی وکیف یدعون، المکتبۃ التوفیقیۃ 2013ء)

برصغیر میں اسلام کی آمد کے متعلق ایک روایت یوں ملتی ہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں حضرت عبیداللہ بن مَعْمَر کو فوج کا ایک دستہ دے کر مکران اور سندھ کی طرف بھیجا گیا۔ فتوحات مکران میں انہوں نے خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ بعد ازاں اس نواح کے مفتوحہ علاقوں کی امارت ان کے سپرد ہوئی۔

(برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحاق بھٹی صفحہ 63 نومبر 2009ء)

حضرت مُجَاشِعْ بن مسعود سُلَمِی کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت مُجَاشِعْ نے موجودہ افغانستان کے دار الحکومت کابل میں اسلامی فوج کے ایک دستہ کی کمان کرتے ہوئے مخالفینِ اسلام سے جہاد کیا۔ مؤرخین کے نزدیک اس زمانے میں کابل کا شمار بلاد ہند میں ہوتا تھا۔ حضرت مُجَاشِعْ نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں مخالفینِ اسلام سے جنگ کی اور اس سے ملحقہ علاقے سِجِسْتَان پر عَلَم لہرایا۔ اسکے بعد مسلمانوں نے برصغیر کے ان علاقوں میں سکونت اختیار کر لی اور انہیں اپنا وطن قرار دے دیا تھا۔ (برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحاق بھٹی صفحہ 65 نومبر 2009ء)

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں فتنہ کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں بھی ہیں۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے۔ اگر لوگ تجھ سے اس قمیص کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو تُو ان کے کہنے پر اسے ہرگز نہ اتارنا۔ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ (سنن

الترمذی ابواب المناقب باب منع النبیؐ عثمان ان لا یخلع ......حدیث نمبر 3705)

سنن ابن ماجہ میں یہ روایت اس طرح ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ کسی دن یہ امر تمہارے سپرد کر دے اور منافق تم سے چاہیں کہ تم اپنی قمیص کو جو اللہ نے تمہیں پہنائی ہے اتار دو تو تم اسے نہ اتارنا۔ آپؐ نے یہ تین دفعہ فرمایا۔ راوی نعمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ آپؓ کو کس بات نے منع کیا تھا کہ آپؓ لوگوں کو اس سے آگاہ کریں؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا مجھے یہ بات بھلا دی گئی تھی۔

(سنن ابن ماجہ افتتاح الکتاب......فضل عثمان رضی اللہ عنہ حدیث نمبر 112)

حضرت کَعب بن عُجرَہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور اسے قریب بتایا تو ایک شخص گزرا۔ جب بیان فرما رہے تھے تو وہاں سے ایک شخص گزرا جس نے سر ڈھانپا ہوا تھا، چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا جب یہ فتنہ ہوگا۔ تو راوی کہتے ہیں کہ میں نے چھلانگ لگائی اور میں نے اس شخص کو پکڑا تو وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ انکو دونوں بازوؤں سے پکڑا۔ پھر میں نے رسول اللہؐ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا۔ کیا یہ؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں یہی۔ (سنن ابن ماجہ افتتاح الکتاب......فضل عثمان رضی اللہ عنہ حدیث نمبر 111)

حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دوران فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس بعض صحابہ ہوں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا ہم آپ کی خدمت میں ابوبکرؓ کو نہ بلالیں؟ آپؐ خاموش رہے۔ پھر ہم نے کہا کیا ہم آپؐ کی خدمت میں عمرؓ کو نہ بلالیں؟ آپؐ خاموش رہے۔ پھر ہم نے کہا کیا ہم آپ کی خدمت میں عثمانؓ کو نہ بلالیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ وہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تنہائی میں ملے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے گفتگو فرمانے لگے اور عثمانؓ کے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا۔ قیس کہتے ہیں مجھ سے ابوسَہلَہ جو حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے یوم الدار کے موقع پر بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تاکیدی ارشاد فرمایا تھا اور میں اس کی طرف جارہا ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اَنَا صَابِرٌ عَلَیۡہِ۔ میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں۔

یوم الدار اس دن کو کہا جاتا ہے جس دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منافقوں نے آپؓ کے گھر میں محصور کر دیا تھا اور پھر انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا۔

(سنن ابن ماجہ افتتاح الکتاب......فضل عثمان رضی اللہ عنہ حدیث نمبر 113 معہ حاشیہ)

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اختلافات کا آغاز اور اس کی وجوہات کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ''یہ دونوں بزرگ اسلام کے اوّلین فدائیوں میں سے ہیں اور ان کے ساتھی بھی اسلام کے بہترین ثمرات میں سے ہیں۔ ان کی دیانت اور ان کے تقویٰ پر الزام کا آنا درحقیقت اسلام کی طرف عار کا منسوب ہونا ہے۔ اور جو مسلمان بھی سچے دل سے اس حقیقت پر غور کرے گا اُس کو اِس نتیجہ پر پہنچنا پڑے گا کہ ان لوگوں کا وجود درحقیقت تمام قسم کی دھڑابندیوں سے ارفع اور بالا ہے اور یہ بات بے دلیل نہیں بلکہ تاریخ کے اوراق اس شخص کیلئے جو آنکھ کھول کر ان پر نظر ڈالتا ہے اس امر پر شاہد ہیں۔ جہاں تک میری تحقیق ہے ان بزرگوں اور ان کے دوستوں کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ اسلام کے دشمنوں کی کارروائی ہے اور گو صحابہؓ کے بعد بعض مسلمان کہلانے والوں نے بھی اپنی نفسانیت کے ماتحت ان بزرگوں میں سے ایک یا دوسرے پر اتہام لگائے ہیں لیکن باوجود اس کے صداقت ہمیشہ بلند و بالا رہی ہے اور حقیقت کبھی پردۂ خفا کے نیچے نہیں چھپی۔'' (اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 249)

حضرت عثمانؓ کے خلاف جو فتنہ اٹھا تھا اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''سوال یہ ہے کہ یہ فتنہ کہاں سے پیدا ہوا؟ اس کا باعث بعض لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قرار دیا ہے اور بعض نے حضرت علیؓ کو۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بعض بدعتیں شروع کر دی تھیں جن سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے خلافت کیلئے خفیہ کوشش شروع کر دی تھی اور حضرت عثمانؓ کے خلاف مخالفت پیدا کر کے انہیں قتل کرا دیا تا کہ خود خلیفہ بن جائیں۔'' حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ''لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ نہ حضرت عثمانؓ نے کوئی بدعت جاری کی اور نہ حضرت علیؓ نے خود خلیفہ بننے کیلئے انہیں قتل کرایا یا ان کے قتل کے منصوبہ میں شریک ہوئے بلکہ اس فتنہ کی اَور ہی وجوہات تھیں۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا دامن اس قسم کے الزامات سے بالکل پاک ہے۔ وہ نہایت مقدس انسان تھے۔ حضرت عثمانؓ تو وہ انسان تھے جن کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اسلام کی اتنی خدمات کی ہیں کہ وہ اب جو چاہیں کریں خدا ان کو نہیں پوچھے گا۔'' یہ ترمذی کی روایت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ''اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ خواہ وہ اسلام سے ہی برگشتہ ہو جائیں تو بھی مؤاخذہ نہیں ہوگا بلکہ یہ تھا'' مطلب اس کا ''کہ ان میں اتنی خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں اور وہ نیکی میں اس قدر ترقی کر گئے تھے کہ یہ ممکن ہی نہ رہا تھا کہ ان کا کوئی فعل اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو۔ پس حضرت عثمانؓ ایسے انسان نہ تھے کہ وہ کوئی خلاف شریعت بات جاری کرتے اور نہ حضرت علیؓ ایسے انسان تھے کہ خلافت کیلئے خفیہ منصوبے کرتے۔''

(اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 253-254)

پھر حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ''حضرت عثمانؓ کی شروع خلافت میں چھ سال تک ہمیں کوئی فساد نظر نہیں آتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ عام طور پر آپؓ سے خوش تھے بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں وہ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ لوگوں کو محبوب تھے'' یعنی حضرت عثمانؓ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ لوگوں کو محبوب تھے ''صرف محبوب ہی نہ تھے بلکہ لوگوں کے دلوں میں آپؓ کا رعب بھی تھا جیسا کہ اس وقت کا شاعر اس امر کی شعروں میں شہادت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے فاسقو! عثمانؓ کی حکومت میں لوگوں کا مال لوٹ کر نہ کھاؤ کیونکہ ابنِ عَفّانُ وہ ہے جس کا تجربہ تم لوگ کر چکے ہو۔ وہ لٹیروں کو قرآن کے احکام کے ماتحت قتل کرتا ہے اور ہمیشہ سے اس قرآن کریم کے احکام کی حفاظت کرنے والا اور لوگوں کے اعضاء و جوارح پر اس کے احکام جاری کرنے والا ہے۔ لیکن چھ سال کے بعد ساتویں سال ہمیں ایک تحریک نظر آتی ہے اور وہ تحریک حضرت عثمانؓ کے خلاف نہیں بلکہ یا تو صحابہؓ کے خلاف ہے یا بعض گورنروں کے خلاف۔ چنانچہ طبری بیان کرتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کا حضرت عثمانؓ پورا خیال رکھتے تھے مگر وہ لوگ جن کو اسلام میں سبقت اور قدامت حاصل نہ تھی وہ سابقین اور قدیم مسلمانوں کے برابر نہ تو مجالس میں عزت پاتے اور نہ حکومت میں ان کو ان کے برابر حصہ ملتا اور نہ مال میں ان کے برابر ان کا حق ہوتا تھا۔ اس پر کچھ مدت کے بعد بعض لوگ اس تفضیل پر گرفت کرنے لگے اور اسے ظلم قرار دینے لگے مگر یہ لوگ عامۃ المسلمین سے ڈرتے بھی تھے اور اس خوف سے کہ لوگ ان کی مخالفت کریں گے اپنے خیالات کو ظاہر نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا کہ خفیہ خفیہ صحابہؓ کے خلاف لوگوں میں جوش پھیلاتے تھے اور جب کوئی ناواقف مسلمان یا کوئی بدوی غلام آزاد شدہ مل جاتا تو اسکے سامنے اپنی شکایات کا دفتر کھول بیٹھتے تھے اور اپنی ناواقفیت کی وجہ سے یا خود اپنے لئے حصولِ جاہ کی غرض سے کچھ لوگ ان کے ساتھ مل جاتے۔ ہوتے ہوتے یہ گروہ تعداد میں زیادہ ہونے لگا اور اس کی ایک بڑی تعداد ہو گئی۔'' حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''جب کوئی فتنہ پیدا ہونا ہوتا ہے تو اس کے اسباب بھی غیر معمولی طور پر جمع ہونے لگتے ہیں۔ اِدھر تو بعض حاسد طبائع میں صحابہؓ کے خلاف جوش پیدا ہونا شروع ہوا اُدھر وہ اسلامی جوش جو ابتداء ہر ایک مذہب تبدیل کرنے والے کے دل میں ہوتا ہے ان نومسلموں کے دلوں سے کم ہونے لگا جن کو نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی تھی اور نہ آپؐ کے صحبت یافتہ لوگوں کے پاس زیادہ بیٹھنے کا موقع ملا تھا بلکہ اسلام کے قبول کرتے ہی انہوں نے خیال کر لیا تھا کہ وہ سب کچھ سیکھ گئے ہیں۔ جوشِ اسلام کے کم ہوتے ہی وہ تصرف جو ان کے دلوں پر اسلام کو تھا کم ہو گیا اور وہ پھر ان معاصی میں خوشی محسوس کرنے لگے جس میں وہ اسلام لانے سے پہلے مبتلا تھے۔ ان کے جرائم پر ان کو سزا ملی تو بجائے اصلاح کے سزا دینے والوں کی تخریب کرنے کے درپے ہوئے اور آخر اتحادِ اسلامی میں ایک بہت بڑا رخنہ پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئے۔ ان لوگوں کا مرکز تو کوفہ میں تھا مگر سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ خود مدینہ منورہ میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض لوگ اسلام سے ایسے ہی ناواقف تھے جیسے کہ آج کل بعض نہایت تاریک گوشوں میں رہنے والے جاہل لوگ۔

حُمرَان ابن اَبَانْ ایک شخص تھا جس نے ایک عورت سے اس کی عدت کے دوران میں ہی نکاح کر لیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو آپؓ اس پر ناراض ہوئے اور اس عورت کو اس سے جدا کر دیا اور اس کے علاوہ اس کو مدینہ سے'' اس شخص کو مدینہ سے ''جلاوطن کر کے بصرہ بھیج دیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح بعض لوگ صرف اسلام کو قبول کر کے اپنے آپ کو عالمِ اسلام خیال کرنے لگے تھے اور زیادہ تحقیق کی ضرورت نہ سمجھتے تھے یا یہ کہ مختلف اباحتی خیالات کے ماتحت شریعت پر عمل کرنا ایک فعل عبث خیال کرتے تھے۔''

(اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 262-263)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''حق یہی ہے کہ یہ سب شورش ایک خفیہ منصوبہ کا نتیجہ تھی جس کے اصل بانی یہودی تھے جن کے ساتھ طمع دنیاوی میں مبتلا بعض مسلمان جو دین سے نکل چکے تھے شامل ہو گئے تھے ورنہ امراء بلاد کا نہ کوئی قصور تھا نہ وہ اس فتنہ کے باعث تھے۔'' بعض یہودی اس کے بانی تھے اور ان کے ساتھ بعض مسلمان بھی مل گئے تھے۔ بہرحال جو مختلف امراء حضرت عثمانؓ کی طرف سے مقرر کئے گئے تھے ان کا کوئی قصور نہیں تھا نہ ہی وہ اس فتنہ کا باعث بنے تھے۔ ''ان کا صرف اسی قدر قصور تھا کہ ان کو حضرت عثمانؓ نے اس کام کیلئے مقرر کیا تھا اور حضرت عثمانؓ کا یہ قصور تھا کہ باوجود پیرانہ سالی اور نقاہتِ بدنی کے اتحادِ اسلام کی رسی کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے بیٹھے تھے اور امّتِ اسلامیہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے تھے اور شریعتِ اسلام کے قیام کی فکر رکھتے تھے اور متمردین اور ظالموں کو اپنی حسب خواہش کمزوروں اور بے وارثوں پر ظلم و تعدی کرنے نہ دیتے تھے۔ چنانچہ اس امر کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ کوفہ میں انہی فساد چاہنے والوں کی ایک مجلس بیٹھی اور اس میں افسادِ امرالمسلمین پر گفتگو ہوئی تو سب لوگوں نے بالاتفاق یہی رائے دی۔ لَا وَاللّٰہِ لَا یَرۡفَعُ رَأۡسٌ مَا دَامَ عُثۡمَانُ عَلَی النَّاسِ یعنی کوئی شخص اس وقت تک سر نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ عثمانؓ کی حکومت ہے۔ عثمانؓ ہی کا ایک وجود تھا جو سرکشی سے باز رکھے ہوئے تھا۔ اس کا درمیان سے ہٹانا آزادی سے اپنی مرادیں پوری کرنے کیلئے ضروری تھا۔''

(اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 282-283)

اس فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ مزید بیان فرماتے ہیں کہ آپؓ نے ان مفسدوں کو بھی بلوایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی جمع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؓ نے ان لوگوں کا سب حال سنایا اور وہ دونوں مخبر بھی بطور گواہ کھڑے ہوئے اور گواہی دی جنہوں نے خبریں حضرت عثمانؓ کو پہنچائی تھیں کہ مفسدین کیا فساد پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس پر سب صحابہ نے فتویٰ دیا کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔ یہ جو مفسدین ہیں جو اصلاح کے نام پر فساد پھیلا رہے ہیں ان کو قتل کر دیجیے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں کہ ایک امام موجود ہو اپنی اطاعت یا کسی اَور کی اطاعت کے لیے لوگوں کو بلاوے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ تم ایسے شخص کو قتل کر دو خواہ کوئی ہو۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ قول یاد دلایا کہ میں تمہارے لیے کسی ایسے شخص کا قتل جائز نہیں سمجھتا جس میں مَیں شریک نہ ہوں۔ یعنی سوائے حکومت کے اشارے کے کسی شخص کا قتل جائز نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کا یہ فتویٰ سن کر فرمایا کہ نہیں۔ ہم ان کو معاف کریں گے اور ان کے عذروں کو قبول کریں گے اور اپنی ساری کوشش سے ان کو سمجھاویں گے اور کسی شخص کی مخالفت نہیں کریں گے جب تک کہ وہ کسی حدِ شرعی کو نہ توڑے یا اظہارِ کفر نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے کچھ باتیں بیان کی ہیں جو تم کو بھی معلوم ہیں مگر ان کا خیال ہے کہ وہ ان باتوں کے متعلق مجھ سے بحث کریں گے تا کہ واپس جا کر کہہ سکیں کہ ہم نے ان امور کے متعلق عثمان سے بحث کی اور وہ ہار گئے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے سفر میں یعنی حضرت عثمانؓ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس نے سفر میں پوری نماز ادا کی۔ ایک سفر کے دوران میں مکہ میں پوری نماز ادا کی حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز قصر کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں مگر میں نے صرف منیٰ میں پوری نماز پڑھی ہے اور وہ بھی دو وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ میری وہاں جائیداد تھی اور میں نے وہاں شادی کی ہوئی تھی۔ دوسرے یہ کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ چاروں طرف سے لوگ ان دنوں حج کیلئے آئے ہیں۔ ان میں سے ناواقف لوگ کہنے لگیں گے کہ خلیفہ تو دو رکعت پڑھتا ہے اور اس لیے نماز دو رکعت ہی ہوگی۔ کیا یہ بات درست نہیں؟ حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ سے پوچھا کیا یہ بات درست نہیں؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہاں درست ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: دوسرا الزام یہ لگاتے ہیں کہ میں نے رَکھ مقرر کرنے کی بدعت جاری کی ہے حالانکہ یہ الزام غلط ہے۔ رَکھ مجھ سے پہلے مقرر کی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اسکی ابتدا کی تھی اور میں نے صرف صدقہ کے اونٹوں کی زیادتی پر اس کو وسیع کیا تھا۔ جو سرکاری چراگاہ تھی جہاں جانور رکھے جاتے تھے اس کو وسیع کیا تھا اور پھر رَکھ میں جو زمین لگائی گئی ہے وہ کسی کا مال نہیں ہے۔ یہ سرکاری زمین تھی اور میرا اس میں کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ میرے تو صرف دو اونٹ ہیں حالانکہ جب میں خلیفہ منتخب ہوا تھا اس وقت

میں سب عرب سے زیادہ مالدار تھا۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا اس وقت میرے پاس صرف دو اونٹ ہیں اور میں سب سے زیادہ مالدار تھا جب خلیفہ منتخب ہوا ہوں۔ اب صرف دو اونٹ ہیں جو حج کیلئے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہاں درست ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ نوجوانوں کو حاکم بناتا ہے حالانکہ میں ایسے ہی لوگوں کو حاکم بناتا ہوں جو نیک صفات، نیک اطوار ہوتے ہیں اور مجھ سے پہلے بزرگوں نے میرے مقرر کردہ والیوں سے زیادہ نوعمر لوگوں کو حاکم مقرر کیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسامہ بن زید کے سردارِ لشکر مقرر کرنے پر اس سے زیادہ اعتراض کیے گئے تھے جو اَب مجھ پر کیے جاتے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہاں درست ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ لوگوں کے سامنے عیب تو بیان کرتے ہیں مگر اصل واقعات نہیں بیان کرتے۔ غرض اسی طرح حضرت عثمانؓ نے تمام اعتراضات ایک ایک کر کے بیان کیے اور ان کے جواب بیان کیے۔ صحابہؓ برابر زور دیتے کہ ان مفسدین کو قتل کر دیا جائے مگر حضرت عثمانؓ نے ان کی یہ بات نہ مانی اور ان کو چھوڑ دیا۔ طبری کہتا ہے کہ اَبَی الْمُسْلِمُوْنَ اِلَّا قَتْلَهُمْ وَ اَبٰی اِلَّا تَرْکَهُمْ یعنی باقی سب مسلمان تو ان لوگوں کے قتل کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوتے تھے مگر حضرت عثمانؓ سزا دینے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفسد لوگ کس کس قسم کے فریب اور دھوکے سے کام کرتے تھے اور اس زمانے میں جبکہ پریس اور سامانِ سفر کا وہ انتظام نہ تھا جو آج کل ہے۔ کیسا آسان تھا کہ یہ لوگ ناواقف لوگوں کو گمراہ کر دیں۔ اصل میں ان لوگوں کے پاس کوئی معقول وجہ فساد کی نہیں تھی۔ نہ حق ان کے ساتھ تھا نہ یہ حق کے ساتھ تھے۔ انکی تمام کارروائیوں کا دارومدار جھوٹ اور باطل پر تھا اور صرف حضرت عثمانؓ کا رحم ان کو بچائے ہوئے تھا ورنہ مسلمان ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ وہ یعنی صحابہؓ کبھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور جو پرانے مسلمان تھے یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ وہ امن و امان جو انہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے حاصل کیا تھا چند شریروں کی شرارتوں سے اس طرح جاتا رہے اور وہ دیکھتے تھے کہ ایسے لوگوں کو جلد سزا نہ دی گئی تو اسلامی حکومت تہ و بالا ہو جائے گی مگر حضرت عثمانؓ رحم مجسم تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہو ان لوگوں کو ہدایت مل جائے اور یہ کفر پر نہ مریں۔ پس آپؓ ڈھیل دیتے تھے اور ان کے صریح بغاوت کے اعمال کو محض ارادہ بغاوت سے تعبیر کر کے سزا کو پیچھے ڈالتے چلے جاتے تھے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ ان لوگوں سے بالکل متنفر تھے کیونکہ اول تو خود وہ بیان کرتے ہیں کہ صرف تین اہل مدینہ ہمارے ساتھ ہیں یعنی مفسدین نے صرف تین اہل مدینہ کا نام لیا جو اُن کے ساتھ تھے اس سے زیادہ نہیں۔ اگر اَور صحابہ بھی ان کے ساتھ ہوتے تو وہ ان کا نام بھی لیتے۔ دوسرے صحابہؓ نے اپنے عمل سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ وہ ان لوگوں کے افعال سے متنفر تھے اور ان کے اعمال کو ایسا خلاف شریعت سمجھتے تھے کہ سزا قتل سے کم ان کے نزدیک جائز ہی نہ تھی۔ اگر صحابہ ان کے ساتھ ہوتے یا اہل مدینہ ان کے ہم خیال ہوتے تو کسی مزید حیلہ و بہانہ کی ان لوگوں کو کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ اسی وقت وہ لوگ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیتے اگر مدینہ والے بہت سارے ان کے ساتھ ہوتے اور ان کی جگہ کسی اَور شخص کو خلافت کے لیے منتخب کر لیتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں کامیاب ہوتے خود ان کی جانیں صحابہ کی شمشیر ہائے برہنہ سے خطرے میں پڑ گئی تھیں اور صرف اسی رحیم و کریم وجود کی عنایت و مہربانی سے یہ لوگ بچ کر واپس جا سکے جس کے قتل کا ارادہ ظاہر کرتے تھے اور جس کے خلاف اس قدر فساد برپا کر رہے تھے۔ ان مفسدوں کی کینہ وری اور تقویٰ سے بُعد پر تعجب آتا ہے۔ اس واقعہ سے انہوں نے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ ان کے ایک ایک اعتراض کا خوب جواب دیا گیا اور سب الزام غلط اور بے بنیاد ثابت کر دیے گئے۔ حضرت عثمانؓ کا رحم و کرم انہوں نے دیکھا اور ہر ایک شخص کی جان اس پر گواہی دے رہی تھی کہ اس شخص کا مثیل اتنا رحم کرنے والا اس وقت دنیا کے پردے پر نہیں مل سکتا مگر بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے، جفاؤں پر پشیمان ہوتے، اپنی غلطیوں پر نادم ہوتے، اپنی شرارتوں سے رجوع کرتے۔ یہ لوگ غیظ و غضب کی آگ میں اَور بھی زیادہ جلنے لگے اور اپنے لاجواب ہونے کو اپنی ذلت اور حضرت عثمانؓ کے عفو اور اپنے حسنِ تدبیر کا نتیجہ سمجھتے ہوئے آئندہ کیلئے اپنی بقیہ تجویز کے پورے کرنے کی تدابیر سوچتے ہوئے یہ لوگ واپس چلے گئے۔

(ماخوذ از اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 293 تا 296)

یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ (بیان) ہوگا۔

اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ ان میں سب سے پہلے تو ایک شہید ہیں عبدالقادر صاحب ابن بشیر احمد صاحب بازید خیل پشاور کے۔ ان کو 11/فروری کو شہید کیا گیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

تفصیلات کے مطابق عبدالقادر صاحب اپنے چچا مرحوم ڈاکٹر منظور احمد صاحب کے کلینک واقع بازید خیل پشاور پر کام کرتے تھے۔ شہید مرحوم دیگر احباب جماعت کے ہمراہ جو کلینک پر موجود تھے، ایک کمرے میں نماز ظہر کے لیے جمع تھے کہ مریضوں کی سائیڈ سے کمرے کی bell ہوئی جس پر عبدالقادر صاحب نے دروازہ کھولا تو مریض کے روپ میں وہاں موجود لڑکے نے ان پر فائرنگ کر دی جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ سینے میں دو گولیاں لگیں۔ فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا جہاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے عبدالقادر صاحب شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ شہید مرحوم کی عمر 65 سال تھی۔ بہر حال پولیس نے پکڑ لیا یا لوگوں نے قاتل کو پکڑ کر پولیس کے سپرد کر دیا۔ شہید مرحوم کی فیملی کو دیگر احمدی فیملیز کے ہمراہ عرصے سے شدید مخالفانہ حالات کا سامنا تھا۔ 19/جنوری 2009ء کو مذہبی انتہا پسندوں نے اسی کلینک پر حملہ کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں مکرم عبدالقادر صاحب کی ٹانگ میں گولی لگی تھی جس کی بنا پر پشاور سے ہجرت پر مجبور ہوئے تھے اور عرصہ کے بعد پشاور جا کر رہائش پذیر ہو سکے تھے۔ حالیہ مخالفانہ لہر کے نتیجہ میں تقریباً دو ماہ پہلے دوبارہ جماعت کی ہدایت کے نتیجہ میں ربوہ ہجرت پر مجبور ہوئے۔ ان کی فیملی اب ربوہ میں ہی مقیم ہے۔ تاہم شہید مرحوم خود بسلسلہ ملازمت بازید خیل میں مذکورہ کلینک پر چلے گئے اور وہیں رہائش پذیر تھے۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم نظام الدین احمد کے ذریعہ ہوا جنہوں نے خلافت اولیٰ کے دور میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کی سعادت پائی۔ ان کے دادا کے دو بڑے بھائی تھے۔ ڈاکٹر فتح دین صاحب سول سرجن پشاور اور انجنیئر عبداللطیف صاحب۔ ڈاکٹر فتح دین صاحب نے زمانہ طالب علمی میں 1902ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی خبر سن کر قادیان جا کر زیارت کی تھی۔ حضور علیہ السلام نے ازراہ شفقت ان پر دست شفقت بھی رکھا تھا اور فرمایا تھا کہ بہت اچھا بچہ ہے تاہم یہ بیعت نہ کر سکے۔ بعد میں یہ یہاں یوکے میں سکالرشپ پر آئے۔ یہاں ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ پھر انہوں نے 1908ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی خبر سن کر قادیان جا کر خلافتِ اولیٰ کے دَور میں بیعت کی۔ ان کے دادا کے دوسرے بھائی عبداللطیف صاحب انجنیئر تھے انہوں نے بھی خلافتِ اولیٰ کے دَور میں اپنے بھائی کے ہمراہ ہی بیعت کی۔ دونوں بھائیوں کی تحریک پر خاندان کے دیگر افراد جن میں شہید مرحوم کے دادا بھی شامل تھے کچھ عرصہ بعد بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہوئے۔

شہید مرحوم بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ جماعتی عہدیداران سے انتہائی عقیدت کا تعلق تھا۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ اس کی وجہ سے مخالفانہ حالات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ ان مخالفانہ حالات کی وجہ سے گزشتہ دو سالوں میں سات مرتبہ گھر تبدیل کیا مگر بفضلہ تعالیٰ احمدیت پر قائم رہے۔ تہجد اور نمازوں کے علاوہ تلاوت قرآن کریم کے سختی سے پابند تھے۔ نہایت شفیق اور ملنسار تھے۔ زندگی بھر کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا۔ ان کی اہلیہ نے بتایا کہ زندگی میں متعدد مرتبہ نشیب و فراز آئے لیکن انہوں نے کبھی بھی جارحانہ رویہ اختیار نہیں کیا اور میں جب ان سے سختی میں کوئی بات کر لیتی تو وہ پھر بھی ہمیشہ نرمی سے جواب دیتے۔ بچوں سے ہمیشہ شفقت اور محبت کا سلوک رکھا۔ شہادت کی بڑی شدت سے خواہش تھی۔ ہمیشہ کہتے اگر کبھی آزمائش کا وقت آیا تو خلافت احمدیہ سے دُوری کے بجائے موت کو ترجیح دوں گا۔ پھر یہ لکھتی ہیں کہ نمازوں کی ادائیگی کا یہ رنگ تھا کہ گھر والے ان کو بعض دفعہ سجدے کی حالت میں چھو کر دیکھا کرتے تھے کہ خدانخواستہ سجدے میں کہیں کچھ ہو تو نہیں گیا، لمبا سجدے میں پڑے ہوئے ہیں۔ شہید مرحوم کو بازید خیل میں منتظم تربیت کی حیثیت سے بھی جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ شہید مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ ساجدہ قادر صاحبہ کے علاوہ چار بیٹے شامل ہیں اور پانچ بیٹیاں۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کا بھی خود حامی و ناصر ہو۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ اکبر علی صاحب اسیرِ راہ مولیٰ کا ہے جو ابراہیم صاحب کے بیٹے تھے۔ شوکت آباد کالونی ضلع ننکانہ کے رہنے والے تھے۔ اکبر علی صاحب اسیر راہ مولیٰ شیخوپورہ جیل میں 16/فروری 2021ء کو بوجہ ہارٹ اٹیک وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

ان کے دو ساتھی اَور تھے۔ 2/مئی 2020ء کو ان کے خلاف مقدمہ درج ہوا تھا اور ہائی کورٹ میں اکتوبر میں ضمانت کی confirmation کی تاریخ پر عدالت نے ان کی جو عبوری ضمانت تھی منسوخ کر دی اور گرفتاری کا حکم دیا۔ بہر حال یہ تینوں ساتھی گرفتار ہوئے۔ پھر مجسٹریٹ ننکانہ صاحب نے ایک درخواست پر یکطرفہ سماعت کے بعد ہمارا موقف سنے بغیر جنوری 2021ء کو 295c کا اضافہ کر دیا جو ایک اَور خطرناک دفعہ ہے۔ بہر حال مرحوم ساڑھے چار ماہ سے حالت اسیری میں تھے۔ بوقت وفات ان کی عمر 55 سال تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظام وصیت میں شامل تھے۔

مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد مکرم ابراہیم صاحب کے ذریعہ سے ہوا جنہوں نے اپنے بھائی مکرم میاں اسماعیل صاحب کے ہمراہ 1920ء میں خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کی تھی۔ اکبر علی صاحب فوج میں بھرتی ہوئے۔ تئیس سال فوج میں بحیثیت حوالدار خدمت کی۔ سولہ سال پہلے فوج سے ریٹائرڈ ہوئے اور اس کے بعد سیکیورٹی گارڈ کا کام کرتے رہے۔ بہت ذمہ دار اور بہادر انسان تھے۔ اسیری سے قبل بینک کے سیکیورٹی گارڈ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ اس بینک کے مینیجر کو ایک مخالف نے شکایت کی کہ اکبر علی کو آپ نے ملازمت دے رکھی ہے یہ تو کافر ہے۔ بینک مینیجر نے جواباً کہا کہ میں ہر صبح آ کے ریکارڈنگ دیکھتا ہوں۔ سی سی ٹی وی کیمرے کی ریکارڈنگ چیک کرتا ہوں۔ اکبر علی رات کو نفل ادا کرتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہیں۔ رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ یہ شخص کافر کیسے ہو سکتا ہے؟ بہر حال کوئی بڑا اجرأت مند مینیجر تھا۔ مرحوم کو بحیثیت صدر جماعت چھ سال خدمت کی توفیق ملی۔ اسیری سے قبل بحیثیت سیکرٹری مال خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ غریبوں کے ہمدرد، مہمان نوازی کے علاوہ خاندان کے سب افراد سے باہمی محبت کا تعلق تھا۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ ہمیشہ مدلل انداز میں بات کرتے جس کی وجہ سے مخالفانہ حالات کا سامنا رہا۔ سیکیورٹی گارڈ کی ملازمت بھی مخالفت کی وجہ سے چھوڑنا پڑی۔ پسماندگان میں دو بیوگان زینت بی بی صاحبہ اور فضیلت بی بی صاحبہ ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بیٹا ہے انیس سال کا اور ایک بیٹی ہے سولہ سال کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کا بھی حافظ و ناصر ہو اور ان کو ان کی نیکیوں پر بھی چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر خالد محمود الحسن بھٹی صاحب کا ہے جو آج کل ربوہ میں تحریک جدید میں وکیل المال ثالث تھے۔ اسی طرح نائب صدر انصار اللہ بھی تھے اور نائب افسر جلسہ سالانہ بھی تھے۔ طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں 67 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کے دادا بابل خان بھٹی صاحب نے احمدیت قبول کی تھی لیکن خالد محمود

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ہر ایک شخص کو خود بخود خدا تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی طاقت نہیں ہے اسکے واسطے واسطہ ضرور ہے اور وہ واسطہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں

(ملفوظات، جلد پنجم، صفحہ 321)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ریا کاری ایک بہت بڑا گند ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتا ہے

(ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 8)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

الحسن بھٹی کے والد جو تھے انہوں نے احمدیت قبول نہیں کی تھی۔ ان کو شرح صدر نہیں تھی۔ والد نے کر لی تھی۔ بیٹے نے نہیں کی تھی۔ بہر حال کہتے ہیں ان کا ڈیرا تھا، زمیندارہ کرتے تھے۔ ایک دن ڈیرے پر بیٹھے ہوئے تھے تو خالد محمود کے والد بھی وہیں چادر تان کر لیٹے ہوئے تھے تو وہ غیر احمدی مولوی جس کی مسجد میں ان کے والد نماز پڑھنے جایا کرتے تھے اس کا وہاں سے گزر ہوا تو وہ بھی بیٹھ گیا اور گفتگو کا موضوع احمدیت کی طرف چل پڑا تو باتوں باتوں میں مولوی نے یہ اقرار کر لیا کہ درحقیقت احمدیت سچی ہے۔ اس پر ان کے والد نے فوراً اپنے منہ سے چادر ہٹائی اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ اگر احمدیت سچی ہے تو پھر ہمیں گمراہ کیوں کرتے ہو؟ کہتے ہیں اب جو تُو نے مجھے گمراہ کیا کہ احمدیت جھوٹی ہے اور اسے قبول نہ کرو اور اپنے والد کے پیچھے نہ چل پڑو تو بہر حال سن لو کہ پھر جدھر سچائی ہے آج سے مَیں بھی ادھر ہی ہوں۔ پھر انہوں نے جا کر حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ خالد محمود الحسن بھٹی صاحب نے پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کے بعد 1978ء میں پولیٹیکل سائنس میں اور 1980ء میں ہسٹری میں ایم اے کیا۔ پھر دو سال بطور لیکچرر گورنمنٹ سروس کی۔ پھر دو سال کے بعد استعفیٰ دیا۔ 1982ء میں اپنی زندگی وقف کر دی۔ مختلف حیثیتوں سے قریباً 38 سال تک جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ 1982ء میں ان کا تقرر وکالت تعمیل و تنفیذ میں ہوا تھا۔ پھر آپ نائب وکیل بھی رہے۔ پھر وکیل الدیوان مقرر ہوئے۔ پھر آپ وکیل المال ثالث تھے۔ پھر انڈونیشیا، سنگاپور، برما، سری لنکا، نیپال، یوگنڈا وغیرہ کے دورہ جات کرنے کی بھی ان کو توفیق ملی۔ جہاں بھی دوروں پر جاتے تھے بڑی گہرائی سے جا کے سارے جائزے لیتے تھے اور ان کی رہنمائی کرتے تھے اور ان جماعتوں میں جہاں یہ گئے ہیں خاص طور پر برما میں اور سری لنکا میں تو بہت کچھ ان جماعتوں نے سیکھا ہے اور وہاں کے لوگ اس کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ کئی مجھے خط لکھ رہے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ سیکھا اور نظام کے بارے میں صحیح آگاہی بھٹی صاحب نے ہمیں دی اور خلافت سے تعلق کو جوڑنے میں بہت کردار ادا کیا۔ پھر اسی طرح خدام الاحمدیہ کی مرکزی عاملہ اور انصار اللہ کی مرکزی عاملہ میں بھی رہے اور مختلف کمیٹیوں کے ممبر بھی رہے۔ قضا بورڈ کے ممبر بھی رہے۔ ان کی اہلیہ نصرت ناہید صاحبہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔ ایک بیٹا خرم عثمان یہاں یوکے میں ہمارے ایم ٹی اے میں کام کر رہا ہے۔ واقف زندگی ہے۔

ان کی اہلیہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ایم اے پولیٹیکل سائنس کرنے کے بعد اپنے والد سے انہوں نے کہا کہ میں ایم اے ہسٹری بھی کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے کہا کہ جتنا مرضی چاہے پڑھ لو لیکن یاد رکھو کہ اگر نوکری کرنی ہے تو پھر جماعت کی کرنا۔ کہتی ہیں 43 سالہ شادی کا عرصہ ہے اس میں ہمیشہ شفقت کا سلوک رہا۔ جب بھی دوروں سے واپس آتے ہمیشہ واقعات سناتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کے ساتھ پیار کا سلوک کیا۔ بچوں کیلئے شفیق باپ تھے۔ ہر بچے کی جائز خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے۔ ان کی بڑی بیٹی ڈاکٹر صائمہ ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے ویزا اپلائی کیا تھا۔ دو دفعہ ریجیکٹ ہو گیا تھا۔ تیسری دفعہ پھر میں نے اپلائی کیا تو بھٹی صاحب دورے پر باہر جا رہے تھے تو اس نے کہا کہ آپ چند دن آگے کر لیں کیونکہ ویزے کی تاریخ آ رہی ہے ایمبیسی جانا ہے۔ تو انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ تم اکیلی جاؤ کیونکہ میں خدا تعالیٰ کی خاطر یہ سفر کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ اور اس دفعہ پھر اس بچی کا ویزا بھی لگ گیا۔ پھر چھوٹی بیٹی کہتی ہیں کہ بڑے نرم دل باپ تھے۔ بہت نرمی سے پیش آتے۔ کبھی ہمیں ڈانٹا نہیں۔ بڑے پیار سے سمجھاتے تھے۔ جماعتی کام کو ہمیشہ فوقیت دیتے۔ گھر کا چاہے کتنا ہی ضروری کام ہوتا پہلے دفتر کے کام نپٹاتے پھر گھر آتے۔ ہر وقت جماعتی خدمت کیلئے تیار رہتے۔ محبت اور لگن سے جماعتی کام کرتے۔ دین کو دنیا پر فوقیت دیتے۔ اور یہ تو میں نے بھی دیکھا ہے کہ بڑی محنت سے کام کرنے والے تھے اور بڑی وفا سے اور وقف کی روح کو قائم رکھتے ہوئے انہوں نے ہمیشہ خدمت کی ہے۔ ایک بیٹی کہتی ہے کہ جب بھی کوئی مشکل وقت آیا ہمیشہ ہمیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کی تلقین کی اور یہی کہتے تھے کہ اللہ نہیں چھوڑے گا اور کبھی اللہ تعالیٰ نے پھر چھوڑا بھی نہیں۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے ان کو جماعت کی خدمت کرتے ہی دیکھا ہے۔ جب بھی کوئی مشکل آتی یا آزمائش آتی تو ہمیشہ یہی کہتے کہ میں کیونکہ دین کی خدمت کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا کام کر رہا ہوں اللہ میرے کام کر دے گا اور اللہ پھر اپنا فضل بھی فرماتا اور ان کے کام بھی آسان ہو جاتے۔ حقیقی طور پر انہوں نے وقف کی روح کو قائم کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ جماعتی مصروفیات کے باوجود گھر کے تمام فرائض میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ ہر ایک چیز کی مکمل دیکھ بھال خود کیا کرتے تھے۔

لئیق عابد صاحب تحریک جدید میں مشیر قانونی ہیں کہتے ہیں 38 سال سے ان کے ساتھ ہوں۔ جماعتی روایات کے امین اور ان کا پاس رکھنے والے تھے۔ بہت سی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ان کی خوبی تھی کہ بڑی باریکی سے جماعتی اموال کی حفاظت کرنا بھی بہت ضروری سمجھتے تھے۔ ان کے ایک کلاس فیلو محمد ادریس صاحب کہتے ہیں کہ وقف کے بعد وہ خاموش سا خالد ایک منفرد شخصیت بن کے ابھرا۔ خلافت سے محبت شاید اس کے انگ انگ میں سرایت کر چکی تھی۔ خلیفۂ وقت کی اطاعت اس کا اوڑھنا بچھونا بن گئی تھی۔ ہر وقت دینی خدمت میں محو رہنا اس کی محبوب غذا بن چکی تھی۔ وکالت مال ثالث کے ایک کارکن ہیں وہ کہتے ہیں کہ دفتر میں جو بھی ڈاک آتی اس کو پینڈنگ (pending) نہیں کرتے تھے۔ فوری کارروائی کرتے اور ہمیں ہدایت تھی کہ آج کا کام آج ہی کریں۔ زندگی کا تو پتہ کوئی نہیں، کل موقع ملتا ہے یا نہیں۔ بہر حال جیسا کہ میں نے کہا پاکستان میں بھی اور بیرون ملک جہاں بھی گئے بڑا اچھا اثر قائم کیا اور خدمت کے جذبے سے کام کیا اور بڑی وفا سے اپنے وقف کو نبھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ انکی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم مبارک احمد طاہر صاحب مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ کا ہے۔ ان کی 17/ فروری کو طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں 81 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے ہاں خاندان میں احمدیت ان کے والد محترم صوفی غلام محمد صاحب کے ذریعہ 1927ء میں آئی تھی۔ جب ان کو قادیان میں جماعت کے قیام کا علم ہوا تو اپنے عزیزوں کے ساتھ فیصلہ کیا کہ قادیان جا کے دیکھا جائے۔ چنانچہ 1926ء میں تھرپارکر سندھ سے قادیان میں جلسہ میں شامل ہونے کیلئے گئے اور حضرت مصلح موعودؓ اور جماعت سے بڑے متاثر ہوئے لیکن بیعت نہیں کی۔ اگلے سال پھر انہوں نے ارادہ کیا لیکن باقی دوستوں نے انکار کر دیا۔ بہر حال یہ اگلے سال 1927ء میں جب گئے تو وہاں جا کر جلسہ سنا اور اس کے بعد بیعت کر لی۔ اس وقت ان کی عمر 28 سال تھی۔ ان کا جو گاؤں ہے کٹر اہل حدیث تھا۔ بڑی مخالفت ہوئی۔ سسرال والوں نے ان کی بیوی کو یہ کہہ کر واپس بلا لیا کہ یہ کافر ہو گیا ہے لیکن بہر حال کچھ عرصہ بعد بیوی نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھ لیا ہے کہ کافر ہونے کے بعد تو پہلے سے زیادہ مسلمان ہو گیا تھا۔ تو یہ واپس آ گئیں اور کہا میں نہیں سمجھتی ان سے علیحدہ رہنے کی کوئی وجہ ہو۔ بہر حال پورے گاؤں نے اس فیملی کا بائیکاٹ کر دیا یہاں تک کہ گاؤں میں پانی لینے کیلئے کنواں تھا اس کنویں پر پانی بھی بند کر دیا۔ کئی میل دور جا کر پانی لانا پڑتا تھا۔ کہتے ہیں کچھ ہفتے گزرے تھے کہ گاؤں والوں کے اس کنویں کا پانی خشک ہو گیا اور پھر گاؤں والوں کو خیال آیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے صوفی صاحب کا پانی بند کیا تھا اس لیے ہمارے گاؤں کا پانی بند ہو گیا ہے۔ اسکے بعد دوبارہ کنواں تیار کرنے لگے تو ان کے پاس آئے کہ آپ سب سے پہلے اپنا چندہ ڈالیں کیونکہ آپ اس میں پیسے ڈالیں گے تو کنویں سے پانی بھی نکلے گا اور جاری بھی رہے گا۔ بہر حال رشتہ داروں نے احمدیت قبول تو نہیں کی لیکن اس واقعہ کے بعد ان کی مخالفت بند کر دی۔

ان کی اہلیہ راشدہ پروین صاحبہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو چار بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ ایک بیٹے حافظ اعجاز احمد طاہر یہیں اسلام آباد میں ہیں۔ مربی سلسلہ ہیں۔ جامعہ احمدیہ یوکے میں پڑھاتے ہیں۔ دوسرے بیٹے نصر احمد طاہر واقف زندگی ہیں۔ ریویو آف ریلیجنز کینیڈا میں کام کر رہے ہیں۔

مکرم مبارک طاہر صاحب نے 1968ء میں ایم اے اکنامکس کیا۔ پھر 1969ء میں ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی اور پھر جنوری 1970ء ان کا وقف منظور ہوا اور وکالت علیاء میں بطور محرر درجہ اول ان کا تقرر ہوا۔ پھر ان کو 5/ فروری 1971ء کو بطور ٹیچر یوگنڈا بھجوا دیا گیا۔ 1972ء میں ان کی واپسی ہوئی۔ وہاں سے پھر وکالت مال ثانی میں کچھ کام کی توفیق ملی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1976ء میں آپ کو لاہور میں مختلف وکلاء کے ساتھ انکم ٹیکس اور جائیداد کے کام کی ٹریننگ دلوائی۔ بار کونسل میں enrol بھی ہوئے۔ 1970ء میں آپ تحریک جدید کے مشیر قانونی مقرر ہوئے۔ یکم جولائی 1983ء کو خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو اس کے ساتھ مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ بھی مقرر فرمایا۔ تا وفات اسی خدمت پر مامور تھے۔ ان کا عرصۂ خدمت پچاس سال سے زائد ہے۔ مرکزی خدام الاحمدیہ میں بھی ان کو مختلف شعبوں میں مہتمم کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔

ان کی اہلیہ راشدہ پروین صاحبہ کہتی ہیں کہ ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے۔ سلام کرتے اور پہلے نماز ادا کرتے پھر کھانا کھاتے۔ پھر کہتی ہیں کہ سب خلفاء کے ساتھ گزرے ہوئے واقعات کی بے پناہ یادیں تھیں۔ جب اپنے خاندان کے بچوں کے ساتھ بیٹھتے تو ایمان افروز واقعات کا تذکرہ کرتے۔ خلافت کے ساتھ جڑے رہنے کی برکات سے اللہ کے افضال اور انعام ملنے کا بتاتے۔ خاموشی سے ضرورت مندوں کی مدد کرتے کہ ہمیں بھی پتہ نہیں لگتا تھا اور خود کبھی وہ مدد لینے والا آ کے بتا جاتا تھا کسی ذریعہ سے اظہار کر دیتا تھا تو پھر پتہ لگتا تھا۔ دوسروں کا دکھ بانٹنے والے اور خوشی میں خوش۔ نوافل ادا کرتے۔ تلاوت کرتے۔ درود شریف پڑھتے۔ کہتے تھے کہ واقف زندگی کے کام کی کامیابی خدا تعالیٰ اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ توکّل علی اللہ کریں، دعا کریں، استغفار کریں اور خلافت سے محبت کریں اور دعا کیلئے خلیفۂ وقت کو لکھیں۔ یہ بہت ضروری ہے اور یہ ساری باتیں حقیقت ہیں۔ بڑا توکّل تھا ان میں۔ بڑے بڑے مشکل کام بھی، میں نے دیکھا ہے جب میں ناظر اعلیٰ تھا تب بھی، اس سے پہلے بھی بعض معاملات میں ان کے ساتھ واسطہ پڑا۔ بڑا توکّل ہوتا تھا کہ جماعتی کام ہے، خلیفہ وقت کی دعائیں ہیں، ہو جائے گا ان شاء اللہ۔ صدقہ و خیرات اور دعاؤں کے ساتھ کام شروع کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر کامیابیاں بھی ہوتی تھیں۔

ان کے بیٹے حافظ اعجاز صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ 1967ء میں جب خلیفۃ المسیح الثالثؒ ٹرین کے ذریعہ سے کراچی کے سفر پر جا رہے تھے۔ ریل حیدر آباد سٹیشن پر کچھ دیر کیلئے رکی۔ کثرت سے احمدی احباب حضور کو ملنے کیلئے وہاں آئے۔ حضور ریل کے دروازے پر کھڑے تھے۔ وہاں سے آپؒ نے مکرم مبارک طاہر صاحب کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا۔ اس سے پہلے ان سے کوئی شناسائی نہیں تھی۔ کم از کم ان کو یہ خیال تھا کہ خلیفہ ثالث تو ان کو نہیں جانتے۔ بہر حال کہتے ہیں مبارک طاہر صاحب ہجوم میں تیزی سے حضور کی طرف آئے آگے بڑھے۔ جب دروازے کے قریب پہنچے تو حضور نے اپنی شیروانی کی جیب میں سے کچھ پیسے نکال کر مبارک طاہر صاحب کی جیب میں ڈال دیے اور اس کے بعد ٹرین چلی گئی۔ تو مبارک صاحب کہا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جو پیسے میری جیب میں ڈالے تھے ان کی برکت سے ہمیشہ میری جیب بھری رہی۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جیب کو بھرا رکھا اور غیر معمولی طریقے سے ان کو بعض آمدنیاں ہوتی رہیں اور اسی طرح ہی انہوں نے اس کو خرچ بھی کیا۔ غریبوں پر اور جماعت پر بہت خرچ کرتے تھے۔

بہر حال کچھ عرصہ بعد انہوں نے ایک خواب کی بنا پر اپنی زندگی وقف کر دی۔ جب زندگی وقف کر دی تو اس وقت ان کا رشتہ ہو چکا تھا، نکاح بھی ہو چکا تھا اور یہ حیدر آباد میں تھے تو رشتہ دار خاتون ان کی اہلیہ کو علاج کروانے کیلئے لے کے آئیں۔ ان کو بھی بتایا کہ ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔ وہاں سے جب ٹرین سے اترے تو اس رشتہ دار خاتون نے کہا کہ سنا ہے

باقی صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے جو غیرت اور محبت اور عشق
ہمارے دلوں میں ہونا چاہئے، اسکے مقابلے میں ہر دوسری چیز اور
ہر دوسرا رشتہ اور ہر قسم کی غیرت جو بھی ہو اسکی کوئی حیثیت نہیں ہونی چاہئے۔
(خطبہ جمعہ فرمودہ 10/ دسمبر 2004ء)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ماں باپ کے احسانوں کا
ایک انسان بدلہ نہیں اتار سکتا لیکن دعا اور حسن سلوک ضروری ہے،
اس سے کچھ حد تک آدمی اپنے فرائض کو ادا کر سکتا ہے اور اسی سے بخشش ہے
(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/ اکتوبر 2006ء)

طالب دعا: ناصر احمد ایم. بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم. اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فتح مکہ

آٹھویں سنہ ہجری کے رمضان کے مہینہ مطابق دسمبر 629ء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس آخری جنگ کے لئے روانہ ہوئے جس نے عرب میں اسلام کو قائم کردیا۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ فیصلہ ہوا تھا کہ عرب قبائل میں سے جو چاہیں مکہ والوں سے مل جائیں اور جو چاہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائیں اور یہ کہ دس سال تک دونوں فریق کو ایک دوسرے کے خلاف جنگ کی اجازت نہیں ہوگی۔ سوائے اس کے کہ ایک دوسرے پر حملہ کرکے معاہدہ کو توڑ دے۔ اس معاہدہ کے ماتحت عرب کا قبیلہ بنو بکر مکہ والوں کے ساتھ ملا تھا اور خزاعہ قبیلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ کفارِ عرب معاہدہ کی پابندی کا خیال کم ہی رکھتے تھے خصوصاً مسلمانوں کے مقابلہ میں۔ چنانچہ بنوبکر کو چونکہ قبیلہ خزاعہ کے ساتھ پُرانا اختلاف تھا، صلح حدیبیہ پر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے مکہ والوں سے مشورہ کیا کہ خزاعہ تو معاہدہ کی وجہ سے بالکل مطمئن ہیں اب موقع ہے کہ ہم لوگ ان سے بدلہ لیں۔ چنانچہ مکہ کے قریش اور بنوبکر نے مل کر رات کو بنی خزاعہ پر چھاپا مارا اور ان کے بہت سے آدمی مار دیئے۔ خزاعہ کو جب معلوم ہوا کہ قریش نے بنوبکر سے مل کر یہ حملہ کیا ہے تو انہوں نے اس عہد شکنی کی اطلاع دینے کے لیے چالیس آدمی تیز اُونٹوں پر فوراً مدینہ کو روانہ کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ باہمی معاہدہ کی رو سے اب آپ کا فرض ہے کہ ہمارا بدلہ لیں اور مکہ پر چڑھائی کریں۔ جب یہ قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا تمہارا دُکھ میرا دُکھ ہے میں اپنے معاہدہ پر قائم ہوں۔ یہ بادل جو سامنے برس رہا ہے (اُس وقت بارش ہو رہی تھی) جس طرح اِس میں سے بارش ہو رہی ہے اسی طرح جلدی ہی تمہاری مدد کے لئے اسلامی فوجیں پہنچ جائیں گی۔ جب مکہ والوں کو اِس وفد کا علم ہوا تو وہ بہت گھبرائے اور انہوں نے ابوسفیان کو مدینہ روانہ کیا، تاکہ وہ کسی طرح مسلمانوں کو حملہ سے باز رکھے۔ ابوسفیان نے مدینہ پہنچ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر زور دینا شروع کیا کہ چونکہ صلح حدیبیہ کے وقت میں موجود نہ تھا اس لئے نئے سرے سے معاہدہ کیا جائے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ جواب دینے سے راز ظاہر ہو جاتا تھا۔ ابوسفیان نے مایوسی کی حالت میں گھبرا کر مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا اے لوگو! میں مکہ والوں کی طرف سے نئے سرے سے آپ لوگوں کے لئے امن کا اعلان کرتا ہوں۔ یہ بات سن کر مسلمان اُس کی بیوقوفی پر ہنس پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوسفیان! یہ بات تم یکطرفہ کہہ رہے ہو ہم نے کوئی ایسا معاہدہ تم سے نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی دوران میں چاروں طرف مسلمان قبائل کی طرف پیغامبر بھجوا دیئے اور جب یہ اطلاعیں آچکیں کہ مسلمان قبائل تیار ہو چکے ہیں اور مکہ کی طرف کوچ کرتے ہوئے راستہ میں ملتے جائیں گے تو آپ نے مدینہ کے لوگوں کو مسلح ہونے کا حکم دیا۔ جنوری 630ء کی پہلی تاریخ کو یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہوا اور راستہ میں چاروں طرف مسلمان قبائل آ آ کر لشکر میں شامل ہوتے گئے۔ چند ہی منزلیں طے کرنے کے بعد جب یہ لشکر فاران کے جنگل میں داخل ہوا تو اِس کی تعداد سلیمان نبی کی پیشگوئی کے مطابق دس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ اِدھر تو یہ لشکر مکہ کی طرف مارچ کرتا چلا جا رہا تھا اور اُدھر مکہ والے اِس خاموشی کی وجہ سے جو فضا پر طاری تھی زیادہ سے زیادہ خوف زدہ ہوتے جاتے تھے۔ آخر اُنہوں نے مشورہ کرکے ابوسفیان کو پھر اِس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مکہ سے باہر نکل کر پتہ تو لے کہ مسلمان کیا کرنا چاہتے ہیں۔ مکہ سے ایک منزل باہر نکلنے پر ہی ابوسفیان نے رات کے وقت جنگل کو آگ سے روشن پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا تھا کہ تمام خیموں کے آگے آگ جلائی جائے۔ جنگل میں دس ہزار اشخاص کے لئے خیموں کے آگے بھڑکتی ہوئی آگ ایک ہیبت ناک نظارہ پیش کر رہی تھی۔ ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ کیا آسمان سے کوئی لشکر اُترا ہے؟ کیونکہ عرب کی کسی قوم کا لشکر اتنا بڑا نہیں ہے۔ اس کے ساتھیوں نے مختلف قبائل کے نام لئے لیکن اس نے کہا نہیں نہیں، عرب کے قبائل میں سے کسی قوم کا لشکر بھی اتنا بڑا کہاں ہوسکتا ہے۔ وہ یہ بات کر ہی رہا تھا کہ اندھیرے میں سے آواز آئی ابوحنظلہ! (یہ ابوسفیان کی کنیت تھی) ابوسفیان نے کہا عباس! تم یہاں کہاں؟ اُنہوں نے جواب دیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر سامنے ہے اور اگر تم لوگوں نے جلد جلد کوئی تدبیر نہ کرلی تو شکست اور ذلّت تمہارے لئے بالکل تیار ہے۔ چونکہ عباسؓ ابوسفیان کے پُرانے دوست تھے اس لیے یہ بات کرنے کے بعد انہوں نے ابوسفیان سے اصرار کیا کہ وہ ان کے ساتھ سواری پر بیٹھ جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو۔ چنانچہ انہوں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُونٹ پر اپنے ساتھ بٹھا لیا اور اُونٹ کو ایڑی لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچے۔ حضرت عباس ڈرتے تھے کہ حضرت عمرؓ جو اُن کے ساتھ پہرہ پر مقرر تھے کہیں اس کو قتل نہ کر دیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی فرما چکے تھے کہ اگر ابوسفیان تم میں سے کسی کو ملے تو اُسے قتل نہ کرنا۔ یہ سارا نظارہ ابوسفیان کے دل میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا کر چکا تھا۔ ابوسفیان نے دیکھا کہ چند ہی سال پہلے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک ساتھی کے ساتھ مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن ابھی سات ہی سال گزرے ہیں کہ وہ دس ہزار قدوسیوں سمیت مکہ پر بِلا ظلم اور بِلا تعدی کے جائز طور پر حملہ آور ہوا ہے اور مکہ والوں میں طاقت نہیں کہ اِس کو روک سکیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس تک پہنچتے پہنچتے کچھ ان خیالات کی وجہ سے اور کچھ دہشت اور خوف کی وجہ سے ابوسفیان مبہوت سا ہو چکا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی یہ حالت دیکھی تو حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور رات اپنے پاس رکھو صبح اِسے میرے پاس لانا۔ چنانچہ رات ابوسفیان حضرت عباسؓ کے ساتھ رہا۔ جب صبح اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو فجر کی نماز کا وقت تھا۔ مکہ کے لوگ صبح اُٹھ کر نماز پڑھنے کو کیا جانتے تھے اُس نے اِدھر اُدھر مسلمانوں کو پانی کے بھرے ہوئے لوٹے لے کر آتے جاتے دیکھا اور اسے نظر آیا کہ کوئی وضو کر رہا ہے کوئی صف بندی کر رہا ہے تو ابوسفیان نے سمجھا کہ شاید میرے لئے کوئی نئی قسم کا عذاب تجویز ہوا ہے۔ چنانچہ اُس نے گھبرا کر حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ یہ لوگ صبح صبح یہ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا تمہارے لئے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں یہ لوگ نماز پڑھنے لگے ہیں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے دیکھا کہ ہزاروں ہزار مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے ہیں اور جب آپ رکوع کرتے ہیں تو سب کے سب رکوع کرتے ہیں اور جب آپ سجدہ کرتے ہیں تو سب کے سب سجدہ کرتے ہیں۔ حضرت عباسؓ چونکہ پہرہ پر ہونے کی وجہ سے نماز میں شامل نہیں ہوئے تھے ابوسفیان نے اُن سے پوچھا اب یہ کیا کر رہے ہیں؟ میں دیکھتا ہوں کہ جو کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں وہی یہ لوگ کرنے لگ جاتے ہیں۔ عباس نے کہا تم کن خیالات میں پڑے ہو یہ تو نماز ادا ہو رہی ہے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان کو حکم دیں کہ کھانا پینا چھوڑ دو تو یہ لوگ کھانا اور پینا بھی چھوڑ دیں۔ ابوسفیان نے کہا۔ میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا ہے اور قیصر کا دربار بھی دیکھا ہے لیکن اُن کی قوموں کو اُن کا اتنا فدائی نہیں دیکھا جتنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت اس کی فدائی ہے۔ پھر عباسؓ نے کہا کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج یہ درخواست کرو کہ آپ اپنی قوم سے عفو کا معاملہ کریں۔ جب نماز ختم ہو چکی تو حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تجھ پر یہ حقیقت روشن ہو جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ نہایت ہی حلیم، نہایت ہی شریف اور نہایت ہی صلہ رحمی کرنے والے انسان ہیں۔ میں اب یہ بات تو سمجھ چکا ہوں کہ اگر خدا کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو کچھ تو ہماری مدد کرتا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سمجھ لو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اِس بارہ میں ابھی میرے دل میں کچھ شبہات ہیں۔ مگر ابوسفیان کے تردّد کے باوجود اُس کے دونوں ساتھی جو اُس کے ساتھ ہی مکہ سے باہر مسلمانوں کے لشکر کی خبر لینے کے لئے آئے تھے اور جن میں سے ایک حکیم بن حزام تھے وہ مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد ابوسفیان بھی اسلام لے آیا، مگر اُس کا دل غالباً فتح مکہ کے بعد پوری طرح کھلا۔ ایمان لانے کے بعد حکیم بن حزام نے کہا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! کیا یہ لشکر آپ اپنی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے اُٹھا لائے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان لوگوں نے ظلم کیا، اِن لوگوں نے گناہ کیا اور تم لوگوں نے حدیبیہ میں باندھے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور خزاعہ کے خلاف ظالمانہ جنگ کی۔ اُس مقدس مقام پر جنگ کی جس کو خدا نے امن عطا فرمایا ہوا تھا۔ حکیم نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! ٹھیک ہے آپ کی قوم نے بیشک ایسا ہی کیا ہے لیکن آپ کو تو چاہئے تھا کہ بجائے مکہ پر حملہ کرنے کے ہوازن قوم پر حملہ کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم بھی ظالم ہے لیکن میں خدا تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ مکہ کی فتح اور اسلام کا غلبہ اور ہوازن کی شکست یہ ساری باتیں میرے ہی ہاتھ پر پوری کرے گا۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اگر مکہ کے لوگ تلوار نہ اُٹھائیں تو کیا وہ امن میں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں! ہر شخص جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اُسے امن دیا جائے گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! ابوسفیان فخر پسند آدمی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میری عزت کا بھی کوئی سامان کیا جائے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اُس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو مسجد کعبہ میں گھس جائے اُس کو بھی امن دیا جائے گا، جو اپنے ہتھیار پھینک دے اُس کو بھی امن دیا جائے گا، جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا اُس کو بھی امن دیا جائے گا، جو حکیم بن حزام کے گھر میں چلا جائے اُس کو بھی امن دیا جائے گا۔ اِس کے بعد ابی رویحہؓ جن کو آپ نے بلالؓ حبشی غلام کا بھائی بنایا ہوا تھا اُن کے متعلق آپ نے فرمایا۔ ہم اِس وقت ابی رویحہؓ کو اپنا جھنڈا دیتے ہیں جو شخص ابی رویحہؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہوگا ہم اُس کو بھی کچھ نہ کہیں گے۔ اور بلالؓ سے کہا تم ساتھ ساتھ یہ اعلان کرتے جاؤ کہ جو شخص ابی رویحہؓ کے جھنڈے کے نیچے آجائے گا اُس کو امن دیا جائے گا۔

اِس حکم میں کیا ہی لطیف حکمت تھی۔ مکہ کے لوگ بلالؓ کے پیروں میں رسّی ڈال کر اُس کو گلیوں میں کھینچا کرتے تھے، مکہ کی گلیاں، مکہ کے میدان بلالؓ کے لئے امن کی جگہ نہیں تھے بلکہ عذاب اور تذلیل اور تضحیک کی جگہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ بلالؓ کا دل آج انتقام کی طرف بار بار مائل ہوتا ہوگا اِس وفادار ساتھی کا انتقام لینا بھی نہایت ضروری ہے۔ مگر یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارا انتقام اسلام کی شان کے مطابق ہو۔ پس آپ نے بلالؓ کا انتقام اِس طرح نہ لیا کہ تلوار کے ساتھ اُس کے دشمنوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں بلکہ اس کے بھائی کے ہاتھ میں ایک بڑا جھنڈا دے کر کھڑا کر دیا اور بلالؓ کو اِس غرض کیلئے مقرر کر دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ جو کوئی میرے بھائی کے جھنڈے کے نیچے آکر کھڑا ہوگا اُسے امن دیا جائے گا۔ کیسا شاندار یہ انتقام تھا، کیسا حسین یہ انتقام تھا۔ جب بلالؓ بلند آواز سے یہ اعلان کرتا ہوگا کہ اے مکہ والو! آؤ میرے بھائی کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو جاؤ تمہیں امن دیا جائے گا تو اُس کا دل خود ہی انتقام کے جذبات سے خالی ہوتا جاتا ہوگا اور اُس نے محسوس کر لیا ہوگا کہ جو انتقام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے تجویز کیا ہے اس سے زیادہ شاندار اور اس سے زیادہ حسین انتقام میرے لئے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ (باقی آئندہ)

(نبیوں کا سردارؐ صفحہ 205 تا 212، مطبوعہ قادیان 2014ء)

......☆......☆......☆......

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(242) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دشمنوں کی طرف سے چھ مقدمات پیش آئے ہیں۔ چار فوجداری۔ ایک دیوانی اور ایک مالی اور ان سب میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بشارتوں کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو دشمنوں پر فتح دی ہے اور یہ مقدمات ان مقدمات کے علاوہ ہیں جو جائداد وغیرہ کے متعلق دادا صاحب کی زندگی میں اور اُن کے بعد پیش آتے رہے۔

اوّل۔ سب سے پہلا مقدمہ یہ ہے جو بابو رلیا رام مسیحی وکیل امرتسر کی مخبری پر محکمہ ڈاک کی طرف سے آپ پر دائر کیا گیا تھا۔ یہ مقدمہ بہت پرانا ہے۔ یعنی براہین احمدیہ کی اشاعت سے بھی قبل کا ہے۔ (غالباً 1877ء کا) حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا کئی جگہ ذکر کیا ہے، مگر سب سے مفصل ذکر اس کا اُس خط میں ہے جو حضرت صاحب نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو اسکے فتویٰ تکفیر کے بعد لکھا تھا اور جو آئینہ کمالات اسلام میں شائع ہو چکا ہے۔

دوسرے۔ وہ خطرناک فوجداری مقدمہ جو مارٹن کلارک مسیحی پادری نے اقدام قتل کے الزام کے ماتحت حضرت کے خلاف دائر کیا تھا۔ اسکی ابتدائی کارروائی یکم اگست 1897ء کو امرتسر میں بعدالت ای مارٹینو ڈپٹی کمشنر امرتسر شروع ہوئی اور بالآخر 23/اگست 1897ء کو آپ ایم ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت سے بری کئے گئے۔ اس مقدمہ کی مفصل کیفیت کتاب البریہ میں چھپ چکی ہے۔

تیسرے۔ مقدمہ حفظ امن زیر دفعہ 107 ضابطہ فوجداری۔ جو بعدالت جے.ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور 24/فروری 1899ء کو فیصل ہوا، اور حضرت صاحب ضمانت کی ضرورت سے بری قرار دیئے گئے۔ یہ مقدمہ محمد بخش تھانہ دار بٹالہ کی رپورٹ مورخہ یکم دسمبر 1898ء و درخواست مولوی محمد حسین بٹالوی برائے اسلحہ خود حفاظتی مورخہ 5/دسمبر 1898ء پر مبنی تھا۔ اس کے متعلق حضرت صاحب نے اپنے اشتہار مورخہ 26/فروری 1899ء میں ذکر کیا ہے اور الحکم کے نمبرات ماہ مارچ 1899ء میں اس کی مفصل کیفیت درج ہے۔

چوتھے۔ وہ لمبا اور تکلیف دہ فوجداری مقدمہ جو کرم دین ساکن بھیں ضلع جہلم کی طرف سے اوّل اوّل جہلم میں اور پھر اسکے بعد گورداسپور میں چلایا گیا تھا اور بالآخر بعدالت اے.ای ہری سیشن جج امرتسر 7/جنوری 1905ء کو فیصل ہوا اور آپ بری کئے گئے۔ ماتحت عدالت کا فیصلہ بعدالت آتما رام مجسٹریٹ درجہ اوّل گورداسپور 8/اکتوبر 1904ء کو ہوا تھا۔ اس مقدمہ کی کیفیت اخبار الحکم میں چھپتی رہی ہے یہ مقدمہ دراصل دو حصوں پر مشتمل تھا۔

پانچویں۔ وہ دیوانی مقدمہ جو حضرت صاحب کی طرف سے مرزا امام الدین ساکن قادیان کے خلاف دائر کیا گیا تھا۔ اسکی بنا یہ تھی کہ مرزا امام الدین نے مسجد مبارک کے راستہ کو ایک دیوار کھینچ کر 7/جنوری 1900ء کو بند کر دیا تھا۔ یہ مقدمہ 12/اگست 1901ء کو بعدالت شیخ خدا بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج گورداسپور حضرت صاحب کے حق میں فیصل ہوا اور 20/اگست 1901ء کو دیوار گرائی گئی۔ اس کی کیفیت اخبار الحکم اور کچھ حقیقۃ الوحی میں شائع ہو چکی ہے۔

چھٹے۔ مقدمہ انکم ٹیکس جو 17/دسمبر 1897ء کو بعدالت ٹی۔ ڈکسن ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور فیصل ہوا اور حضرت صاحب پر انکم ٹیکس لگانے کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ اسکی کیفیت ضرورۃ الامام میں شائع ہو چکی ہے۔

(243) **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ مبارکہ (خاکسار کی ہمشیرہ) کا چلّہ نہانے کے دو تین دن بعد میں اوپر کے مکان میں چار پائی پر بیٹھی تھی اور تم میرے پاس کھڑے تھے اور پھجو (گھر کی ایک عورت کا نام ہے) بھی پاس تھی کہ تم نے نیچے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ’’اتاں او پائی‘‘ میں نہ سمجھی۔ تم نے دو تین دفعہ دہرایا اور نیچے کی طرف اشارہ کیا جس پر پھجو نے نیچے دیکھا تو ڈیوڑھی کے دروازے میں ایک سپاہی کھڑا تھا۔ پھجو نے اسے ڈانٹا کہ یہ زنانہ مکان ہے تو کیوں دروازے میں آ گیا ہے اتنے میں مسجد کی طرف کا دروازہ بڑے زور سے کھٹکا۔ پتہ لگا کہ اس طرف سے بھی ایک سپاہی آیا ہے۔ حضرت صاحب اندر دالان میں بیٹھے ہوئے کچھ کام کر رہے تھے۔ میں نے محمود (حضرت خلیفۃ المسیح ثانی) کو انکی طرف بھیجا کہ سپاہی آئے ہیں اور بلاتے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہو کہ میں آتا ہوں۔ پھر آپ نے بڑے اطمینان سے اپنا بستہ بند کیا اور اُٹھ کر مسجد کی طرف گئے وہاں مسجد میں انگریز کپتان پولیس کھڑا تھا اور اسکے ساتھ دوسرے پولیس کے آدمی تھے۔ کپتان نے حضرت صاحب سے کہا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں لیکھرام کے قتل کے متعلق آپ کے گھر کی تلاشی لوں۔ حضرت صاحب نے کہا آئیے اور کپتان کو مع دوسرے آدمیوں کے جن میں بعض دشمن بھی تھے مکان کے اندر لے آئے اور تلاشی شروع ہوئی۔ پولیس نے مکان کا چاروں طرف سے محاصرہ کیا ہوا تھا ہم عورتیں اور بچے ایک طرف ہو گئے۔ سب کمروں کی باری باری تلاشی ہوئی اور حضرت صاحب کے کاغذات وغیرہ دیکھے گئے۔ تلاش کرتے کرتے ایک خط نکلا جس میں کسی احمدی نے لیکھرام کے قتل پر حضرت صاحب کو مبارکباد لکھی تھی۔ دشمنوں نے اسے جھٹ کپتان کے سامنے پیش کیا کہ دیکھئے اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ حضرت صاحب نے کہا کہ ایسے خطوں کا تو میرے پاس ایک تھیلا رکھا ہے۔ اور پھر بہت سے خط کپتان کے سامنے رکھ دیئے۔ کپتان نے کہا نہیں کچھ نہیں۔ والدہ صاحبہ کہتی ہیں کہ جب کپتان نیچے سردخانے میں جانے لگا تو چونکہ اس کا دروازہ چھوٹا تھا اور کپتان لمبے قد کا آدمی تھا اس زور کے ساتھ دروازے کی چوکھٹ سے اسکا سر ٹکرایا کہ بیچارہ سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا، حضرت صاحب نے اس سے اظہار ہمدردی کیا اور پوچھا کہ گرم دودھ یا کوئی اور چیز منگوائیں؟ اس نے کہا نہیں کوئی بات نہیں۔ مگر بیچارے کو چوٹ سخت آئی تھی۔ والدہ صاحبہ کہتی ہیں کہ حضرت صاحب اسے خود ایک کمرے سے دوسرے کی طرف لیجاتے تھے اور ایک ایک چیز دکھاتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے اس خانہ تلاشی کا ذکر اپنے اشتہار مورخہ 11/اپریل 1897ء میں کیا ہے جہاں لکھا ہے کہ خانہ تلاشی 8/اپریل 1897ء کو ہوئی تھی اور نیز یہ کہ مہمان خانہ مطبع وغیرہ کی بھی تلاشی ہوئی تھی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ لیکھرام 6/مارچ 1897ء کو قتل ہوا تھا اور اسکے قتل پر آریوں کی طرف سے ملک میں ایک طوفان عظیم برپا ہو گیا تھا۔ سنا گیا ہے کہ کئی جگہ مسلمان بچے دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے اور حضرت صاحب کے قتل کیلئے بھی بہت سازشیں ہوئیں اور یہ خانہ تلاشی بھی غالباً آریوں ہی کی تحریک پر ہوئی تھی۔

(246) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی ذوالفقار علی خان صاحب نے کہ جن دنوں میں گورداسپور میں کرم دین کا مقدمہ تھا، ایک دن حضرت صاحب کچہری کی طرف تشریف لے جانے لگے اور حسبِ معمول پہلے دعا کیلئے اس کمرہ میں گئے جو اس غرض کیلئے پہلے مخصوص کر لیا تھا۔ مَیں اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ باہر انتظار میں کھڑے تھے اور مولوی صاحب کے ہاتھ میں اس وقت حضرت صاحب کی چھڑی تھی۔ حضرت صاحب دعا کر کے باہر نکلے تو مولوی صاحب نے آپ کو چھڑی دی۔ حضرت صاحب نے چھڑی ہاتھ میں لے کر اسے دیکھا اور فرمایا۔ یہ کس کی چھڑی ہے؟ عرض کیا گیا کہ حضور ہی کی ہے جو حضور اپنے ہاتھ میں رکھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا میں نے تو سمجھا تھا کہ یہ میری نہیں ہے۔ خانصاحب کہتے ہیں کہ وہ چھڑی مدت سے آپ کے ہاتھ میں رہتی تھی مگر محویت کا یہ عالم تھا کہ کبھی اس کی شکل کو غور سے دیکھا ہی نہیں تھا کہ پہچان سکیں۔ خان صاحب کہتے ہیں کہ اسی طرح ایک دفعہ میں قادیان آیا اس وقت حضرت صاحب مسجد کی سیڑھیوں میں کھڑے ہو کر کسی افغان کو رخصت کر رہے تھے اور میں دیکھتا تھا کہ آپ اس وقت خوش نہ تھے کیونکہ وہ شخص افغانستان میں جا کر تبلیغ کرنے سے ڈرتا تھا۔ خیر میں جا کر حضور سے ملا اور حضور نے مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر گھر تشریف لے گئے۔ میں اپنے کمرے میں آ کر بہت رویا کہ معلوم نہیں حضرت صاحب نے مجھ میں کیا دیکھا ہے کہ معمول کے خلاف بشاشت کے ساتھ نہیں ملے۔ پھر میں نماز کے وقت مسجد میں گیا تو کسی نے حضرت صاحب سے عرض کی کہ ذوالفقار علی خان آیا ہے۔ حضرت صاحب نے شوق سے پوچھا کہ تحصیل دار صاحب کب آئے ہیں؟ میں جھٹ حضور کے سامنے آ گیا اور عرض کیا کہ میں تو حضور سے سیڑھیوں پر ملا تھا جب حضور ان افغان صاحب کو رخصت فرما رہے تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ اچھا! میں نے خیال نہیں کیا اور پھر حسب معمول بڑی خوشی اور بشاشت کے ساتھ مجھ سے کلام فرمایا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو مہمانوں کے آنے پر بڑی خوشی ہوتی تھی اور رخصت کے وقت دل کو صدمہ ہوتا تھا۔ چنانچہ جب حضرت خلیفہ ثانی کی آمین پر بعض مہمان قادیان آئے تو اس پر آپ نے آمین میں فرمایا:

احباب سارے آئے تو نے یہ دن دکھائے
تیرے کرم نے پیارے یہ مہرباں بلائے
یہ دن چڑھا مبارک مقصود جس میں پائے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
مہماں جو کر کے الفت آئے بصد محبت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقت رخصت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گو سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

(247) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ جب کسی سے ملتے تھے تو مسکراتے ہوئے ملتے تھے اور ساتھ ہی ملنے والے کی ساری کلفتیں دور ہو جاتی تھیں، ہر احمدی یہ محسوس کرتا تھا کہ آپکی مجلس میں جا کر دل کے سارے غم دُھل جاتے ہیں۔ بس آپ کے مسکراتے ہوئے چہرے پر نظر پڑی اور سارے جسم میں مسرت کی ایک لہر جاری ہو گئی۔ آپ کی عادت تھی کہ چھوٹے سے چھوٹے آدمی کی بات بھی توجہ سے سنتے تھے اور بڑی محبت سے جواب دیتے تھے۔ ہر آدمی اپنی جگہ سمجھتا تھا کہ حضرت صاحب کو بس مجھی سے زیادہ محبت ہے۔ بعض وقت آداب مجلس رسول سے ناواقف، عامی لوگ دیر دیر تک اپنے لاتعلق قصے سناتے رہتے تھے اور حضرت صاحب خاموشی کے ساتھ بیٹھے سنتے رہتے اور کبھی کسی سے یہ نہ کہتے تھے کہ اب بس کرو۔ نمازوں کے بعد یا بعض اوقات دوسرے موقعوں پر بھی حضور مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور ارد گرد مشتاقین گھیرا ڈال کر بیٹھ جاتے تھے اور پھر مختلف قسم کی باتیں ہوتی رہتی تھیں اور گویا تعلیم و تربیت کا سبق جاری ہو جاتا تھا۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگ محسوس کرتے تھے کہ علم و معرفت کا چشمہ پھوٹ رہا ہے جس سے ہر شخص اپنے مقدور کے موافق اپنا برتن بھر لیتا تھا۔ مجلس میں کوئی خاص ضابطہ نہ ہوتا تھا بلکہ جہاں کہیں کسی کو جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتا تھا اور پھر کسی کو کوئی سوال پوچھنا ہوا تو اس نے پوچھ لیا اور حضرت صاحب نے جواب میں کوئی تقریر فرما دی یا کسی مخالف کا ذکر ہو گیا تو اس پر گفتگو ہو گئی یا حضرت نے اپنا کوئی نیا الہام سنایا تو اس کے متعلق کچھ فرما دیا، یا کسی فرد یا جماعت کی تکالیف کا ذکر ہوا تو اسی پر کلام کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ غرض آپ کی مجلس میں ہر قسم کی گفتگو ہو جاتی تھی اور ہر آدمی جو بولنا چاہتا تھا بول لیتا تھا۔ جب حضرت گفتگو فرماتے تھے تو سب حاضرین ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ خواہ کوئی پبلک تقریر ہو یا مجلسی گفتگو ہو، ابتداء میں دھیمی آواز سے بولنا شروع کرتے تھے اور پھر آہستہ آہستہ آواز بلند ہو جاتی تھی حتّٰی کہ دور سے دور بیٹھا ہوا شخص بھی بخوبی سن سکتا تھا اور آپ کی آواز میں ایک خاص قسم کا سوز ہوتا تھا۔

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، مطبوعہ قادیان 2008)

Near Railway Gate, Soro, Balasore-45, ODISHA
Prop. : Sk. Ishaque, Con. No. 7873776617, 9778116653, 9937080096

ایک عقلمند عورت وہی ہے جو یہ سوچے کہ میں نے اپنا گھریلو چین اور سکون کس طرح پانا ہے؟ اپنے گھر کو جنت نظیر کس طرح بنانا ہے،

اگر دنیا کی طرف نظر رہے تو یہ سکون کبھی حاصل نہیں ہو سکتا، حقیقی سکون خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے

اپنی آزادی کو اُن حدود کے اندر رکھیں جو خدا تعالیٰ نے آپ کیلئے مقرر کی ہیں

اگر آزادی یہاں کے معاشرے کی بے حجابی کا نام ہے تو یقیناً ایک احمدی بچی آزاد نہیں ہے اور نہ ہی اسے ایسی آزادی کے پیچھے جانا چاہئے

پردے کا مقصد دوسروں کی توجہ اپنے سے ہٹانا ہے، یہ احساس دلانا ہے کہ ہم حیادار ہیں

لیکن اگر برقعوں پر گوٹے کناری لگے ہوئے ہوں اور توجہ دلانے والے الفاظ لکھے ہوئے ہوں تو یہ پردہ نہیں ہے، نہ ایسے برقعوں کا کوئی فائدہ ہے

جس وسعت سے عورتوں کے ذریعے عورتوں میں تبلیغ ہونی چاہئے، وہ نہیں ہوتی،

جہاں مردوں کو تبلیغ کے میدان میں پہلے سے بڑھ کر کود نے کی ضرورت ہے وہاں عورتوں کو بھی اپنی صلاحیتوں کو اس میدان میں استعمال کرنے کی ضرورت ہے

پس اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا تقاضا ہے کہ احمدیت کے ساتھ مضبوط تعلق پیدا کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو یہاں پہنچائیں، ہر گھر تک پہنچائیں، ہر شخص تک پہنچائیں، یہ عورتوں کا بھی فرض ہے اور مردوں کا بھی فرض ہے

اُن لوگوں کی قربانیوں کو بھول نہ جائیں جنہوں نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر احمدیت کی آبیاری کی ہے،

آج تک یہ قربانیاں ہو رہی ہیں جو یہاں آپ کے آنے کا ذریعہ بن رہی ہیں اور آپ کے یہاں رہنے کا ذریعہ بن رہی ہیں

(احمدیت کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے والی خواتین کی قربانیوں کا تذکرہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مستورات سے خطاب فرمودہ 2؍جون 2012ء برموقع جلسہ سالانہ جرمنی بمقام کالسروئے (جرمنی)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بہت سی جگہ فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر عمل کرنے والے کے عمل کی جزا دیتا ہے اور اس میں کسی کی تخصیص نہیں رکھی، مخصوص نہیں کیا کہ فلاں کو ملے گی یا فلاں کو نہیں ملے گی۔ بعض آیات میں خاص طور پر بیان فرمایا ہے کہ عمل کرنے والے چاہے مرد ہوں یا عورت، جو بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے اپنے اعمال بجالائے گا، اپنی حالتوں میں تبدیلی پیدا کرے گا، اپنے عبادتوں کے معیار بلند کرے گا۔ دین کی خاطر اپنی قربانیوں کے معیار بلند کرے گا، دوسرے اعمالِ صالحہ بجا لائے گا تو یقینا خدا تعالیٰ کے حضور وہ جزا پائے گا۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے کہ گناہوں کی سزا تو دونوں، عورتوں اور مردوں، کو اُن کے غلط اعمال کی وجہ سے دیتا ہے یا دے اور نیکی کی جزا باوجود اسکے کہ عورتیں نیک اعمال بجالا رہی ہیں، اُتنی نہ دے جتنی مردوں کو دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسی ارشاد کا نتیجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عورتوں نے حقوق بجا لانے کی طرف بھی توجہ دی، اپنی عبادتوں کے حق بھی ادا کئے اور دوسرے نیک اعمال بجالانے کی طرف بھی توجہ دی۔ حتی المقدور جتنی کوشش ہو سکتی تھی، کی۔ دین کی خاطر قربانیاں بھی دیں۔ اپنے ایمان کی حفاظت کیلئے اپنی جان کے نذرانے بھی پیش کئے۔

چند مہینے پہلے میں نے آپ کے اجتماع پر آپ کو یہ توجہ دلائی تھی، اُس میں گو اتنی حاضری نہیں تھی، کہ یہاں آ کر رہنے والی، اس معاشرے میں آ کر رہنے والی ہر عورت ہمیشہ یہ یاد رکھے کہ اُسکی کیا تعلیم ہے اور اپنی اصل تعلیم کو بھول نہ جائیں۔ اسی طرح بچیاں دنیا کی چمک اور رونقوں کو ہی سب کچھ نہ سمجھیں بلکہ یہ دیکھیں کہ وہ کون ہیں، اُن کے مقاصد کیا ہیں اور اُن کے عہد کیا ہیں۔ کیا عہد وہ کر رہی ہیں۔ ایک احمدی مسلمان عورت اور لڑکی معاشرے میں انقلاب لانے کیلئے پیدا کی گئی ہے، نہ کہ معاشرے کی رونقوں کا حصہ بننے کیلئے۔ عورت نے یہ نہیں دیکھنا کہ مرد کیا کرتے ہیں بلکہ انہوں نے یہ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک احمدی عورت کو بھی یہ ارشاد ہے کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ (سورۃ آل عمران: 111) تم سب سے بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے فائدہ کیلئے بنایا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتی ہو اور بدی سے روکتی ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہو۔

بعض کے دل میں شاید یہ خیال آ جائے کہ چند مہینے پہلے بھی ہمیں اس حوالے سے نصیحت کی تھی اور آج پھر اُسی کو دہرا رہے ہیں۔ (میرا خیال ہے کہ مَیں نے یہی بات کی تھی)، تو میرا جواب یہ ہے کہ اگر آپ سب مجھے یہ یقین دہانی کروا دیں کہ اجتماع پر کی گئی تمام باتوں کی ہر عورت نے سو فیصد تعمیل کر لی ہے تو پھر کسی اور بات کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اسلام کی تعلیم کا محور ہی یہ ہے کہ مسلمان خیرِ اُمّت ہیں جن کا کام نیکیوں کی تلقین کرنا ہے اور برائیوں سے روکنا ہے اور اللہ تعالیٰ پر اپنے کامل ایمان کا اظہار کرنا ہے۔ جب انسان میں کامل ایمان پیدا ہو جائے تو پھر نیکیاں اُس کا اوڑھنا بچھونا ہو جاتی ہیں جن کا اظہار اُسکے ہر عمل سے ہو رہا ہوتا ہے اور جب اپنے عمل اُس معیار کے ہوں جہاں نیکیاں نظر آ رہی ہوں اور صرف نیکیاں نظر آ رہی ہوں، تبھی ہم دوسرے کو نیکیوں کی تلقین کرنے کا حق رکھ سکتے ہیں۔ تبھی ہم حقدار ٹھہرتے ہیں کہ دوسرے کو بھی نیکیوں کی تلقین کریں۔ اگر ہمارے عمل اُس کے مطابق نہ ہوں تو دوسروں کو نیکیوں کی ہم کیا تلقین کریں گے۔ ان ملکوں میں رہتے ہوئے بعض کے نیکیوں کے معیار شاید بدل گئے ہوں یا بعض کے بدل جاتے ہیں، لیکن ہم نے نیکیوں کے معیار وہ رکھنے ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے ہمیں تلقین کی ہے، ہمیں ارشاد فرمایا ہے۔ تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق اُسکے فضل کے حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا (النساء: 125) اور جو لوگ خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، مومن ہونے کی حالت میں نیک کام کریں گے تو وہ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر کھجور کی گٹھلی کے سوراخ کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

پس ''وَھُوَ مُؤْمِنٌ'' کہہ کر اور پہلے آیت جو مَیں نے پڑھی ہے اس میں ''تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ'' کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لازمی قرار دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق ہی نیک اعمال کو نیک اعمال قرار دیا ہے۔ اگر اُس تعلیم سے پرے ہٹ کر کوئی عمل ہیں، جتنی مرضی نیکیاں ہوں وہ نیک عمل صالح نہیں ہو سکتے۔ انسانوں کی تعریف کے مطابق نہیں ہوتے یہ۔ پس ہر احمدی عورت اور مرد کا کام ہے کہ ایمان کے اس معیار کو حاصل کرتے ہوئے اُن نیک اعمال کی تلاش کرے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی جنت کا وارث یا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا جن لوگوں کو بتایا ہے اُن کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہے کہ ''اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ'' کہ وہ سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں۔ اب یہ بات دیکھنے کیلئے سب سے پہلے تو ہمیں اپنے دلوں کو ٹٹولنے کی ضرورت ہے، اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت تمام دنیاوی محبتوں کے مقابلے میں غالب ہے؟ اگر ہے تو یقیناً ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کے وارث بننے والے ہیں اور نہ صرف یہ کہ مرنے کے بعد ان جنتوں کے وارث بنیں گے، بلکہ یہ دنیا بھی اُن کیلئے جنت بنا دی جائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ (الرحمن: 47) کہ جو اپنے رب کی شان سے ڈرتا ہے اُس کیلئے دو جنتیں ہیں، دنیا میں بھی اور اخروی بھی۔ اپنے ربّ کی شان سے ڈرنا اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ سے محبت ہے، دل میں تقویٰ ہے۔ محبوب کا خوف اُسکی سزا کے ڈر سے نہیں ہوتا بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ اُسکی ناراضگی اُس سے دور کر دے گی اور یہ ایک سچا محبت کرنے والا کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ جب دنیاوی محبتوں میں یہ حال ہے تو خدا تعالیٰ کی محبت میں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔ دنیاوی محبتیں تو بسا اوقات بد انجام پر منتج ہوتی ہیں اور پھر کوئی ضمانت نہیں کہ ان محبتوں میں یقیناً سکونِ قلب کا سامان ہوگا، دل کی تسکین ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ کی محبت میں تو اس دنیا میں بھی سکونِ قلب کی ضمانت ہے اور اُخروی زندگی میں بھی جو اصل زندگی ہے، جو مرنے کے بعد کی زندگی ہے اُس میں بھی سکونِ قلب کی ضمانت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ ''جو شخص خدا تعالیٰ کے مقام اور عزت کا پاس کر کے اور اس بات سے ڈر کر کہ ایک دن خدا تعالیٰ کے حضور میں پوچھا جائے گا، گناہ کو چھوڑتا ہے، اُس کو دو بہشت عطا ہوں گے۔ اول اسی دنیا میں بہشتی زندگی اُس کو عطا کی جاوے گی اور ایک پاک تبدیلی اُس میں پیدا ہو جائے گی۔''

پس اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کا خوف رکھنے والے اس دنیا میں ہی ایک پاک تبدیلی پیدا کرتے ہیں جو دوسروں کو بھی نظر آ رہی ہوتی ہے اور خدا اُس کا متولی اور متکفل ہو جائے گا۔

پھر فرمایا: ’’دوسرے مرنے کے بعد جاودانی بہشت اس کو عطا کیا جائے گا۔ یہ اس لئے کہ وہ خدا سے ڈرا اور اُس کو دنیا پر اور نفسانی جذبات پر مقدم کرلیا۔‘‘
(لیکچرلاہور روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 158)

پھر آپ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ ’’یاد رکھو جو خدا تعالیٰ کی طرف صدق اور اخلاص سے قدم اُٹھاتے ہیں وہ کبھی ضائع نہیں کئے جاتے۔ اُن کو دونوں جہان کی نعمتیں دی جاتی ہیں جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ۔ اور یہ اسی واسطے فرمایا کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میری طرف آنے والے، (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف آنے والے) دنیا کھو بیٹھتے ہیں۔ بلکہ اُن کیلئے دو بہشت ہیں۔ ایک بہشت تو اس دنیا میں اور ایک جو آگے ہوگا۔‘‘
(ملفوظات جلد نمبر 5 صفحہ 411 مطبوعہ ربوہ)

پس اگر انسان غور کرے تو عقلمندی کا سودا تو یہی ہے کہ نہ صرف اس دنیا کی نعمتوں کو پالیا جائے، اُس کیلئے کوشش کی جائے بلکہ آخرت کی نعمتوں کو بھی پانے والا بنا جائے۔ پس ہر عمل جو انسان خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے کرتا ہے، اُسکے کرنے سے اس زندگی میں بھی انسان خدا کی پناہ میں رہتا ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ ہمیشہ یاد رکھیں اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کوئی شخص بھی اپنی کوشش سے یا کسی کی مدد سے کسی شر سے نہیں بچ سکتا اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے خوف رکھنے والے اور اپنی طرف آنے والے کا متولّی ہو جاتا ہے، اُسکا دوست بن کر اُسکے ہر کام کے وہ نتائج پیدا فرماتا ہے جو اُس کی دنیا و آخرت سنوارتے ہیں۔ شیطان ایک انسان کو ورغلا کر دنیا کی چمک دکھا کر اپنی طرف مائل کرتا ہے کہ یہ چیزیں حاصل کرنے کی کوشش کرو اور بعض گھر اس لئے اُجڑ جاتے ہیں کہ مرد اُن کی خواہشات پوری نہیں کرسکتے۔ ڈیمانڈز بہت زیادہ ہو جاتی ہیں۔ یا اگر اُجڑتے نہیں تو بے سکونی کی کیفیت رہتی ہے۔ لیکن جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے لو لگانے والے ہوں اُن کا کفیل خدا خود ہو جاتا ہے، اُن کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ ایک عقلمند عورت وہی ہے جو یہ سوچ کہ میں نے اپنا گھریلو چین اور سکون کس طرح پانا ہے؟ اپنے گھر کو جنت نظیر کس طرح بنانا ہے۔ اگر دنیا کی طرف نظر رہے تو یہ سکون کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ حقیقی سکون خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ دنیاوی خواہشات تو بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ایک کے بعد دوسری خواہش آتی چلی جاتی ہے جو بے سکونی پیدا کرتی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف قدم بڑھتے ہیں تو جو بھی خواہش ہو، اللہ تعالیٰ کے ملنے کی، وہ ایک درد ایسا پیدا کرتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا پیار بڑھتا ہے۔

پس حقیقی سکون خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کا کفیل ہوتا ہے تو گو اُسکی دنیاوی ضروریات بھی پوری فرماتا ہے لیکن یہ کفالت ایسی ہے جس میں دنیا ملنے کے ساتھ ساتھ ترجیحات بدل جاتی ہیں، preferences بدل جاتی ہیں۔ اور یہ ترجیحات خودغرضی کی ترجیحات نہیں ہوتیں بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی ترجیحات ہوتی ہیں۔ پھر دنیاوی کشائش کو ایسی عورت اپنے زیور، سونے اور فیشن کرنے میں خرچ نہیں کرتی بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے خرچ کرتی ہے۔ جماعت پر خرچ کرتی ہے، غرباء پر خرچ کرتی ہے۔ ضرورتمندوں پر خرچ کرتی ہے۔ دین کی اشاعت پر خرچ کرتی ہے اور ایسے خرچ کرنے والی عورتوں اور دنیا کی خاطر اپنی ضروریات کیلئے ہر وقت دولت کا مطالبہ کرنے والی عورتوں کا اگر آپ جائزہ لیں تو نظر آئے گا کہ یقینا جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے یہ نیک اعمال کر رہی ہیں اُن کی زندگیوں میں جو سکون اور اطمینان ہے وہ دنیا دار عورتوں کی زندگیوں میں نہیں ہے۔ ایسی عورتوں کے گھروں میں بھی بے سکونی ہے جو دنیاداری والی ہیں۔ لیکن جو دین کو مقدم رکھنے والی ہیں، اُسکی خاطر قربانیاں کرنے والی ہیں، اُنہیں گھروں میں بھی سکون ہے، اور ان کی عائلی زندگی بھی خوش وخرم ہے۔ اُن کے بچے بھی نیکیوں پر قائم ہیں اور جماعت کے ساتھ منسلک ہیں۔

پس اصل جنت یہ سکون ہے جو ان گھروں میں ہے۔ آپ میں سے اکثریت پاکستان سے آئی ہیں۔ اگر اپنے پچھلے حالات کا جائزہ لیں تو یہاں آکر جہاں آپ کو دینی لحاظ سے سکون نظر آئے گا، یعنی آزادی سے اپنے دینی فرائض ادا کرنے کی وجہ سے بے فکری سے اپنے دین کا اظہار کرنے کی وجہ سے آپ کو اُس دنیاوی خوف سے جو پاکستان میں ایک احمدی کو ہے امن حاصل ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو امن میں لے آیا ہے اور سکون کی کیفیت ہے۔ لیکن اس دینی سکون کے ساتھ یہاں آپ کو مالی طور پر بھی اللہ تعالیٰ نے مستحکم کیا ہے۔ لیکن اگر اس مالی استحکام کو آپ نے اپنی اصل ترجیح بنا کر اسکے حصول کیلئے ہی کوشش شروع کردی اور کرتی چلی گئیں اور اس کے پیچھے پڑی رہیں اور دین کو بھول گئیں، اپنی اصل ترجیحات کو بھول گئیں تو پھر گھروں کا سکون بھی برباد ہونا شروع ہو جائے گا۔ اور پھر صرف آپ پر ہی اس کا اثر نہیں ہوگا بلکہ آپ کی اولاد بھی ان دنیاوی رونقوں میں ڈوبنے کی وجہ سے دین سے دور چلی جائے گی اور ایک وقت ایسا آئے گا جب پھر آپکو احساس ہوگا کہ میرے سے غلطی ہوگئی۔ ایسی صورت میں اولاد نہ صرف دین سے دور جاتی ہے بلکہ ماں باپ کے ہاتھوں سے بھی نکل جاتی ہے۔ اُن کا ادب واحترام کرنا بھی چھوڑ دیتی ہے۔

اسی طرح جو جوان بچیاں ہیں اُن سے بھی مَیں کہوں گا کہ اگر بعض بچوں کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ہم کیوں بعض معاملات میں آزاد نہیں ہیں؟ تو وہ ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ آپ آزاد ہیں لیکن اپنی آزادی کو اُن حدود کے اندر رکھیں جو خدا تعالیٰ نے آپ کیلئے مقرر کی ہیں۔ اگر آزادی یہاں کے معاشرے کی بے حجابی کا نام ہے تو یقینا ایک احمدی بچی آزاد نہیں ہے اور نہ ہی اسے ایسی آزادی کے پیچھے جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں اُن کے اندر رہتے ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہے آپ کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ پاتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ’’حیا ایمان کا حصہ ہے۔‘‘ (صحیح البخاری کتاب الایمان باب الحیاء من الایمان حدیث نمبر 24)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارا ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں جزا پاتا ہے بشرطیکہ تم مومن ہو، تمہارے میں ایمان ہو۔ پس ہر احمدی بچی کو اگر وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتی ہے اور اپنے عملوں کی نیک جزا چاہتی ہے تو اپنی حیا کی بھی حفاظت کرنی ہوگی۔ ایک احمدی بچی کا لباس بھی حیادار ہونا چاہئے نہ کہ ایسا کہ لوگوں کی آپ کی طرف توجہ ہو۔ ایسے فیشن نہ ہوں جو غیروں کو، غیر مردوں کو آپ کی طرف متوجہ کریں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض عورتوں نے ایسے برقعے بھی پہنے ہوتے ہیں، بعضوں نے شروع کردیئے ہیں جس پر بڑی خوبصورت کڑھائی ہوئی ہوتی ہے اور پھر پیٹھ پر، back میں کچھ الفاظ بھی لکھے ہوتے ہیں۔ اب بتائیں یہ کونسی قسم کا پردہ ہے۔ پردے کا مقصد دوسروں کی توجہ اپنے سے ہٹانا ہے۔ یہ احساس دلانا ہے کہ ہم حیادار ہیں لیکن اگر برقعوں پر گوٹے کناری لگے ہوئے ہوں اور توجہ دلانے والے الفاظ لکھے ہوئے ہوں تو یہ پردہ نہیں ہے، نہ ایسے برقعوں کا کوئی فائدہ ہے۔

پھر جہاں تک میک اَپ کا سوال ہے اگر میک اَپ کرنا ہے تو پھر جب باہر نکلیں چہرہ کو بھی مکمل طور پر پھر ڈھانکیں۔ پھر یہ صرف ماتھے کا اور ٹھوڑی کا حجاب نہیں۔ پھر پورا نقاب ہونا چاہئے۔ کوٹ گھٹنوں سے نیچے ہونے چاہئیں۔ یہ بھی حیا کا حصہ ہے۔ اگر آپ نے ٹراوزر (Trouser) یا جین (Jean) پہننی ہے تو قمیص لمبی ہونی چاہئے۔ بعض لڑکیاں سمجھ لیتی ہیں کہ گھر میں جین کے اوپر ٹی شرٹ پہن لیا یا چھوٹا بلاؤز پہن لیا تو ایسا کوئی فرق نہیں پڑتا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گھر سے باہر نکلتے ہوئے لمبا کوٹ پہن لیا۔ جبکہ گھر میں اپنے باپ بھائیوں کے سامنے بھی ایسا لباس پہننا چاہئے جو حیادار ہو، مناسب ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے اُن سے پردہ نہ کرنے کا کہا ہے لیکن حیا کو بہرحال ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ پھر گھر میں کسی وقت بھی کوئی عزیز رشتے دار بھی بعض دفعہ آجاتا ہے، اپنے باپ بھائیوں کے سامنے بھی اچانک کوئی آجاتا ہے تو سامنے ہونا پڑتا ہے اور ایسا لباس پھر اُن کے سامنے مناسب نہیں ہوتا۔ اس لئے گھر میں بھی اپنا لباس جو ہے حیادار رکھنا چاہئے۔ بیشک حجاب کی ضرورت نہیں ہے، سر ننگا پھر سکتی ہیں۔ لیکن تب بھی لباس ایسا ہونا چاہئے جو بہرحال حیادار ہو۔ اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ نے اپنی حیا کی حفاظت کرنی ہے تا کہ ایمان کی حفاظت ہو اور پھر اس دعویٰ کی سچائی بھی ثابت ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومن کی نشانی بتائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اُسکے احکام پر عمل ہو اور حیادار لباس گھر کے اندر بھی اور گھر کے باہر بھی پہنیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ حیا کے تقاضے پورے کرنے کے بعد آپ کو کوئی نہیں روکتا کہ آپ ڈاکٹر بنیں، یا انجینئر بنیں یا ٹیچر بنیں یا کسی بھی ایسے پیشے میں جائیں جو انسانیت کیلئے فائدہ مند پیشہ ہے۔ آپ اس کے ساتھ بالکل آزاد ہیں۔

پس ہر احمدی بچی کا ایک تقدس ہے، اُس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ یہ اپنے تقدس کا خیال اور حیا کا اظہار ہی ہے جو آپ کو نیکیوں کی تلقین کرنے والا اور برائیوں سے روکنے والا بنائے گا۔ آپ کے اپنے نمونے آپ کو دوسروں کیلئے، اپنی سہیلیوں کیلئے توجہ کا باعث بنائیں گے۔ جس سے آپ کیلئے تبلیغ کے راستے کھلیں گے۔

تبلیغ کی بات ہوئی ہے تو یہاں یہ بھی بتا دوں کہ عورتوں اور لڑکیوں کو اپنی صنف والوں کو ہی تبلیغ کرنی چاہئے۔ لڑکیاں لڑکیوں کو تبلیغ کریں اور لڑکے لڑکوں کو کریں۔ اس تبلیغ کیلئے آپ مزید راستے تلاش کریں۔ آپ یہاں آزاد ہیں۔ خدام الاحمدیہ کی رپورٹ آتی ہے کہ اتنے لاکھ لیف لیٹس (Leaflets) تقسیم ہوگئے، لجنہ کی طرف سے کبھی اتنی تفصیلی رپورٹ نہیں آتی کہ اتنے لاکھ لیفلٹ (Leaflet) لجنہ نے تقسیم کئے۔ حالانکہ عورتیں عورتوں میں تبلیغ کرسکتی ہیں۔ یہاں اپنی آزادی کا استعمال کریں اور بعض کرتی بھی ہیں۔ لیکن جس وسعت سے عورتوں کے ذریعے عورتوں میں تبلیغ ہونی چاہئے، وہ نہیں ہوتی۔ پس اپنی ترجیحات کو یہاں بدلنا ہوگا۔ فیشن کے پیچھے چلنے کے بجائے دین کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہوں تو آپ کو دنیاوی باتوں کے سوچنے کی فرصت ہی نہیں ملے گی اور یہ عمل خدا تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بھی بن جائے گا اور دنیا کی رہنمائی کا ذریعہ بھی آپ بن جائیں گی۔ آج دنیا کو آپ کی تلاش ہے۔ دنیا بھٹک رہی ہے۔ جہاں مَردوں کو تبلیغ کے میدان میں پہلے سے بڑھ کر کودنے کی ضرورت ہے وہاں عورتوں کو بھی اپنی صلاحیتوں کو اس میدان میں استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ مردوں سے یہ مطالبہ کرنے کی بجائے کہ ہمیں فلاں چیز لے کر دو یا فلاں دنیاوی خواہش پوری کرو، یہ مطالبہ کیا کریں کہ آج ہم تبلیغ کیلئے اور دنیا کو راستہ دکھانے کیلئے فلاں جگہ جاتے ہیں جہاں لٹریچر تقسیم کریں گے۔ یا میری فلاں سہیلی ہے جسے دین سے دلچسپی ہے اُس نے مجھے بلایا ہے کہ میری اور سہیلیاں بھی یہاں جمع ہیں، آکے تبلیغ کرو اسلئے مجھے وہاں لے جاؤ۔ عورتوں کی تبلیغ میں دلچسپی سے مردوں میں بھی مزید دلچسپی پیدا ہوگی اور یہاں جبکہ اس قوم کی اسلام کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے تو آپ ہی ہیں جو حقیقی اسلام کی تعلیم بتا کر ان کیلئے فائدہ کا موجب بن سکتی ہیں، رہنمائی کا موجب بن سکتی ہیں۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو لا کر یہاں مغربی ممالک میں آپ کو مالی طور پر بھی بہت زیادہ بہتر اور مستحکم کر دیا ہے۔ جب شروع میں پاکستان سے آنے والے یہاں آتے ہیں تو چند دن یاد رکھتے ہیں کہ ہم کیوں آئے۔ اسلئے آئے کہ بعض کو جان کا خطرہ تھا۔ اسلئے کہ بعض کے کاروبار احمدی ہونے کی وجہ سے متاثر ہوئے یا ہو رہے تھے۔ اس لئے کہ بچوں کی تعلیم متاثر ہو رہی تھی۔ اس لئے کہ ذہنی سکون نہیں تھا اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ مذہبی آزادی نہ ہونے کی وجہ سے بے چینی اور بے سکونی تھی۔ بعض کے عزیز رشتہ دار شہید ہوئے اسلئے ملک چھوڑ دیا۔ بعض صرف اسلئے آئے اور اکثریت ایسی ہے جنہوں نے عمومی ملکی حالات کی وجہ سے جو احمدیوں کیلئے وہاں پیدا کئے گئے ہیں یہاں کی حکومتوں کا رویہ دیکھ کر ہجرت کرلی کہ امن سے بھی رہیں گے اور مالی کشائش بھی پیدا ہو جائے گی۔ ہر احمدی جو یہاں آیا ہے، اُن میں سے 99.9 فیصد احمدیت کی وجہ سے یہاں آئے ہیں اور یہاں رہنے کا فیض بھی احمدیت کی وجہ سے ہی

Deals in: Repair of All Types of 4 Stroke & 2 Stroke Vehicles
Shop No. 7,Front of Guru Nanak Filling Station
Harchowal Road, White Ayenue Qadian
طالب دعا: صالح محمد زید مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین

NAVNEET JEWELLERS نونیت جیولرز
Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments

خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
’الیس اللہ بکافٍ عبدہ‘ کی دیدہ زیب انگوٹھیاں
اور لاکٹ وغیرہ احمدی احباب کیلئے خاص
Main Bazar Qadian (Gsp) Punjab (Ph. 01872-220489, (R) 220233

پا رہے ہیں انکی اپنی کوئی ذاتی خوبیاں نہیں ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا تقاضا ہے کہ احمدیت کے ساتھ مضبوط تعلق پیدا کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو یہاں پہنچائیں۔ ہر گھر تک پہنچائیں، ہر شخص تک پہنچائیں۔ یہ عورتوں کا بھی فرض ہے اور مردوں کا بھی فرض ہے۔ یہاں آ کر آباد ہونے کی وجہ سے اور اچھے کام ملنے کی وجہ سے، اچھے حالات ہونے کی وجہ سے مالی کشائش ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کو بھول نہ جائیں۔ اپنے مقصد کو بھی بھول نہ جائیں۔ جماعت سے تعلق کو بھول نہ جائیں۔ اُن لوگوں کی قربانیوں کو بھول نہ جائیں جنہوں نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر احمدیت کی آبیاری کی ہے۔ اپنی جان کے نذرانے دے کر خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنے خون بہا کر نہ صرف اپنی اولادوں کیلئے بہتر حالات کے سامان پیدا کئے ہیں بلکہ اُن احمدیوں کیلئے بھی بہتر حالات کے سامان پیدا کئے ہیں جن سے خونی رشتہ نہیں تھا، جن سے صرف احمدیت کا رشتہ تھا۔ پس آپ کا یہاں آنا آپکی کسی خوبی کی وجہ سے نہیں تھا جیسا کہ میں نے کہا، بلکہ یہ اُن قربانیوں کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اس احسان کو خود بھی یاد رکھیں اور اپنے بچوں کے ذہنوں میں بھی تازہ رکھیں۔ سن 74ء سے پہلے کسی کو خیال ہی نہیں تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں احمدی ملک سے باہر نکلیں گے اور ان مغربی مما لک میں جائیں گے۔ ان قربانی کرنے والوں کی وجہ سے ہی آپ باہر نکلے ہیں۔ ان قربانی کرنے والوں میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں جنہوں نے اپنی جان کے نذرانے بھی پیش کئے۔ جن کے معاملات جب یہاں حکومتوں کو پیش کئے گئے تو یہاں حکومتوں کی طرف سے آپ کی رہائش کا بندوبست کیا گیا۔ پس ان قربانی کرنے والوں کو بھی یاد رکھیں۔ ان قربانی کرنے والوں میں سے اس وقت میں آپ کے سامنے بعض خواتین کا ذکر کر دیتا ہوں۔ آج تک یہ قربانیاں ہو رہی ہیں جو یہاں آپ کے آنے کا ذریعہ بن رہی ہیں اور آپ کے یہاں رہنے کا ذریعہ بن رہی ہیں۔

1978ء میں سانگلہ ہل میں شیخوپورہ میں ایک خاتون تھیں رشیدہ بیگم صاحبہ، قاری عاشق حسین صاحب کی اہلیہ۔ انہوں نے 1976ء میں بیعت کی تھی اور نہایت اخلاص سے اپنے عہدِ بیعت کو نبھایا اور ہر دُکھ اور قربانی کو بڑی خوشی سے قبول کیا۔ 1978ء کا واقعہ ہے کہ ان خاوند قاری صاحب نماز تراویح پڑھا کر آئے تو ان کا جو سٹنگ روم (Sitting Room) تھا اس میں دو مہمان بیٹھے تھے۔ پرانے دوست تھے۔ جب ان سے فارغ ہو کر اندر گئے ہیں تو بیوی سے پوچھا ہے کیا بات ہے؟ تم ابھی تک سوئی نہیں کافی دیر ہو گئی ہے؟ کہنے لگی حافظ صاحب! مجھے نیند نہیں آ رہی۔ حافظ صاحب نے پوچھا کیا وجہ ہے۔ کہنے لگیں کل رات خدا نے مجھے بتایا ہے کہ جس لڑکے کو تو نے خود پالا ہے وہ تیرا قاتل ہے۔ یہ لڑکا قاری صاحب کا بھتیجا تھا۔ عبد اللہ نام تھا اُس کا اور تقریباً نو ماہ کی عمر سے بیس سال کی عمر تک مرحومہ نے اُسے پالا اور اسکے بارے میں خوابیں بھی دیکھی تھیں اور یہ خواب بھی دیکھی۔ دیکھیں کیسی صفائی سے پوری ہوئی۔ یہ یقین تھا کہ کوئی نہ کوئی، کچھ نہ کچھ حرکت یہ شخص کرے گا اور پھر وہی کچھ ہوا کہ جب انہوں نے احمدیت قبول کر لی تو اُسکے بعد غیروں نے پھر اس لڑکے کو ورغلانا شروع کیا اور اپنی محسنہ ماں کا مخالف بنا دیا۔ پھر انہوں نے کہا بھی قاری صاحب کو کہ میرا خیال ہے ہمارا یہاں رہنا مناسب نہیں، یہاں سے ہم ربوہ چلے جاتے ہیں کیونکہ لڑکا ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ حافظ صاحب نے کہا نہیں کوئی بات نہیں، صدقہ وغیرہ دے دو۔ آپ کا بیٹا ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ لیکن خدا کی بات بہر حال پوری ہونی تھی، ہوئی اور ایک دن صبح کے وقت قاری صاحب اپنے کسی دوست کے ساتھ فیصل آباد چلے گئے۔ لڑکا جو ایک سال پہلے قاری صاحب کو چھوڑ کر چلا گیا تھا اُن کے جانے کے بعد وہ گھر میں داخل ہوا اور یہ بچیوں کو قرآنِ کریم پڑھا رہی تھیں، اُن بچیوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ آگے ہوئیں۔ ان پر حملہ کیا اور پھر چاقوؤں کے کئی وار ان کی چھاتی پر کئے۔ وہ اُسے روکتی رہیں کہ تم کیا کر رہے ہو۔ لیکن بہر حال وہیں اس نے یہ کہہ کر کہ تم کافر ہو گئی ہو، اس لئے ان کو شہید کر دیا۔

پھر ایک شہید خاتون رخسانہ طارق صاحبہ ہیں۔ ان کے والد کا نام مرزا خان صاحب تھا۔ سرگودھا کے رہائشی تھے اور اُنہیں بھی 9 / جون 1986ء کو عید کے روز مرحومہ کے جیٹھ بشارت احمد نے شہید کر دیا۔ رخسانہ صاحبہ نے عید پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور طارق کے بڑے بھائی ان کے جیٹھ بشارت نے مخالفت کی اور ڈانٹ کر منع کر دیا کہ وہاں احمدیوں کی مسجد میں عید پڑھنے نہیں جانا۔ مگر یہ وہی پرانے کپڑے پہن کر عید پر چلی گئیں۔ حالانکہ شادی کے بعد یہ ان کی پہلی عید تھی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے اگر تیار ہو کر جانے نہیں دیتے تو میں اسی طرح چلی جاتی ہوں، مجھے کوئی نئے کپڑوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اور عید کی نماز میں بہت روئیں۔ گھر واپس آتے ہوئے بہت خوش تھیں اور پھر سب کیلئے ناشتہ بھی تیار کیا۔ ان کے خاوند کہتے ہیں کہ میں حیران تھا کہ اتنی خوش کیوں ہے؟ سب سے خوشی سے ملیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ آخری لمحات ہیں۔ ان کو اپنی شہادت کی اطلاع بھی شاید مل چکی تھی۔ اتنے میں ان کا بڑا بھائی بشارت احمد آیا اور رخسانہ سے کہا کہ تمہیں میں نے منع کیا تھا کہ تم نے احمدیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جانا، تم کیوں گئی ہو۔ رخسانہ نے کہا کہ تم جتنا چاہو منع کر لو، میں باز نہیں آؤں گی۔ میں جاؤں گی وہیں جاؤں گی کیونکہ میں نے احمدیت قبول کر لی ہے۔ یہ میرا مذہبی معاملہ ہے۔ اس پر بشارت نے مرحومہ پر پستول کے تین فائر کئے جو مقتولہ کی چھاتی اور ٹانگ پر لگے اور تھوڑی دیر میں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کے خاوند کہتے ہیں، والد بیان کرتے ہیں کہ ایک عجیب بات ہے جو میں نے رخسانہ میں دیکھی، وہ شادی کے چند دن بعد ہی اپنے جہیز بانٹنے سے تعلق رکھتی ہے۔ مجھ سے اجازت لے کر سارا سامان جو جہیز کا تھا، غریب لڑکیوں میں تقسیم کر دیا۔

اسی طرح ایک عزیزہ بچی نبیلہ مشتاق کو اور اس کے گھر والوں کو بھی شہید کیا۔ یہ بچی دس سال کی تھی، اس کو بھی ظالموں نے شہید کر دیا۔

اسی طرح ایک مبارکہ بیگم صاحبہ چونڈہ ضلع سیالکوٹ کی تھیں۔ دعوتِ الی اللہ کا بڑے جوش اور جذبے سے کام کرتی تھیں۔ اب وہاں دعوتِ الی اللہ کرنا تو بہت بڑا جرم ہے۔ یہی میں نے کہا کہ آپ لوگ یہاں آزاد ہیں۔ آزادی سے یہ کام تو کر سکتی ہیں۔ ڈوگراں والی گاؤں کے دو افراد عابد حسین اور اُن کی بہن کو احمدی کیا۔ دونوں نو مبائع جو تھے اُن کے گاؤں میں اُن کی بہت زیادہ مخالفت ہوئی، اُنکو حوصلہ دیتی رہتی تھیں۔ آخری بار یکم مئی 1999ء کو ڈوگراں والی گئیں تاکہ نو مبائع کے والد صاحب کو ربوہ کی زیارت پر لے جانے کا پروگرام بنا سکیں۔ وہ سیالکوٹ گئے ہوئے تھے۔ اُن کی واپسی کا انتظار کرتی رہیں۔ کوئی سواری نہ ملنے کی وجہ سے آپکو ڈوگراں والی میں ہی رات بسر کرنی پڑی۔ نو مبائع کا ایک سوتیلا بھائی رفاقت حسین جو مجرمانہ ذہنیت کا مالک تھا اور منشیات اور چوری وغیرہ کے مقدمات میں ملوث تھا۔ گھر میں احمدیت پھیلانے کا ذمہ دار محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ کو سمجھتا تھا۔ (خود ہر قسم کی بدمعاشی کر رہا تھا، قاتل بھی، چور بھی، ڈاکو بھی، نشہ آور بھی، لیکن یہ برداشت نہیں تھا کہ گھر میں احمدیت پھیلے، دین اور خدا کا نام پھیلے) چنانچہ اُس نے 2 / مئی 1999ء کو آپ پر چھریوں کے وار کر کے شدید زخمی کر دیا۔ ہسپتال بھی لے جایا گیا وہاں جا کے آپ شہید ہو گئیں، وفات ہو گئی۔

اسی طرح شوکت خانم صاحبہ اہلیہ مکرم عبد الرحیم مجاہد صاحب۔ نامعلوم افراد نے جسمانی تشدد کے بعد دونوں کو، ان کے میاں کو بھی اور ان کو بھی گلے میں پھندا ڈال کر شہید کر دیا۔ دونوں بہت بوڑھے تھے۔

ڈاکٹر نورین شہید صاحبہ اور ڈاکٹر شیراز صاحب ملتان کے تھے۔ 2009ء میں ان کو بھی احمدیت کی وجہ سے شہید کر دیا۔ دونوں کی آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی تھی اور ہاتھ پیر باندھے ہوئے تھے۔ یہ قاتل ان کے گھر میں آئے اور ان کو شہید کر دیا۔

پھر اسی طرح مریم خاتون صاحبہ، جن کا پہلے بھی میں نے 2011ء میں، دسمبر میں ذکر کیا تھا، جنازہ پڑھایا تھا۔ ان کو بھی احمدیت کی وجہ سے شہید کر دیا گیا جبکہ یہ لوگ مسجد اور اپنی جائیداد کی حفاظت کیلئے مقابلہ کر رہے تھے۔

پس آپ لوگوں کا یہاں آنا ان قربانیاں کرنے والوں کا مرہونِ منّت ہے۔ آپ کی کوئی خوبی نہیں تھی جس کی وجہ سے جرمنی کی حکومت مجبور تھی کہ آپ کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دے اور نہ صرف اجازت دے بلکہ بہت سوں کو انہوں نے شہریت بھی دے دی۔ یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی کہ بڑے پیمانے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والے دنیا میں پھیل جائیں اور اشاعتِ ہدایت کے کام میں تیزی اور سہولت پیدا ہو۔ لیکن اس کیلئے خدا تعالیٰ کی تقدیر نے کچھ لوگوں کو قربانیوں کیلئے بھی چنا تھا۔ انہوں نے اس لئے قربانیاں دیں کہ ہم میں سے ایک حصہ دنیا میں پھیل جائے۔ اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ انہوں نے اس لئے قربانیاں نہیں دی تھیں کہ ہمارا جو ایک حصہ ہے وہ دنیا میں پھیل کر دنیاداری کے پیچھے پڑ جائے۔ دین کو بھول جائے۔ اپنی پیدائش کے مقصد کو بھول جائے۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے رستے پر چلنے سے گریز کرنے لگ جائے۔ یا دنیا کو فوقیت دینے والے بن جائیں۔ دنیا کو مقدم کرنے والے بن جائیں۔

پس غور کریں اور اپنے جائزے لیں۔ ہمارے مقاصد بہت اونچے ہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے بہت اعلیٰ مقاصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ دنیا کے پیچھے چلنے کیلئے پیدا نہیں کیا ہے بلکہ دنیا کو اپنے پیچھے چلانے کیلئے پیدا کیا ہے۔ خیرِ اُمّت بنایا ہے۔ اب دنیا کی رہنمائی آپ نے کرنی ہے۔ ترقی کے راستوں کا تعین اب آپ نے کرنا ہے۔ نیک اعمال آپ نے بتانے ہیں۔ انسانی ترقی کے زینوں کی طرف آپ نے لے کر جانا ہے، نہ کہ یہاں کے ٹی وی پروگراموں نے یا دوسری قسم کی رنگینیوں نے۔ پس اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

مَیں یہ نہیں کہتا کہ آج ایسے اعمالِ صالحہ بجالانے والوں کے نمونے ہمارے سامنے نہیں ہیں جو اپنے ملکوں میں رہتے ہوئے بھی یہ نمونے دکھا رہے ہیں جو ان مغربی مما لک میں رہتے ہوئے بھی یہ نمونے دکھا رہی ہیں۔ آج بھی اس دنیا کی چمک دمک کو دھتکار کر اپنے سونے کے زیورات دینے والی عورتیں آپ میں موجود ہیں۔ آج بھی اپنی ہزاروں لاکھوں یورو کی بچت کو جماعت پر قربان کرنے والی عورتیں آپ میں موجود ہیں۔ نیک اعمال کرنے والی اور عبادات بجالانے والی عورتیں آپ میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والی عورتیں آپ میں موجود ہیں۔ اُسکی خشیت اور اس سے محبت رکھنے والی آپ میں موجود ہیں۔ لیکن یہ نمونے قائم کرنے والوں کی تعداد اس حد تک بڑھا دیں کہ نیک عمل نہ کرنے والی اور دنیا سے رغبت رکھنے والی اتنی تھوڑی رہ جائیں کہ ہمیں نظر ہی نہ آئیں۔ ایک ہی مقصد ہو ہر عورت کا اور ہر بچی کا اور ہر لڑکی کا اور ہر جوان کا اور بوڑھے کا کہ ہم نے جماعت کی خاطر ہر قسم کی قربانی دیتے چلے جانا ہے اور اشاعتِ اسلام کرنے کیلئے ہر قسم کی قربانی دیتے چلے جانا ہے۔ تبلیغ کے میدان میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔

اسلام کے پہلے زمانے میں اسلام کی شان بلند کرنے کیلئے عورتیں تلوار کے جہاد میں شامل ہوتی رہی ہیں۔ آج اسلام کی نشاۃ ثانیہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے ہو رہی ہے، اس میں آپ نے بھی جہاد میں شامل ہونا ہے اور وہ جہاد یہ ہے۔ اپنے نفس کی اصلاح کے جہاد میں شامل ہو کر یہ جہاد کرنا ہے۔ اور پھر دنیا کو حقیقی ترقی کے راستے دکھانے کیلئے یہ جہاد کرنا ہے جس سے دنیا میں ایک انقلاب رونما ہو جائے۔ آج یہ ملک آپ کو غیر ترقی یافتہ ملکوں کے باشندے سمجھتے ہوئے رحم کھاتا ہے۔ یہاں کے لوگ جو ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ آپ لوگ غیر ترقی یافتہ ملکوں کے آئے ہوئے ہیں، مذہب کی وجہ سے سختیاں جھیلے ہوئے ہیں اور آپ پر رحم کیا جاتا ہے۔ آج آپ کا فرض ہے کہ ان پر رحم کھاتے ہوئے ان کو خدا تعالیٰ سے ملانے والی بن جائیں۔ پس یہ انقلاب ہے جو ہم میں سے ہر ایک نے برپا کرنا ہے اور زمانے کے امام کو ماننے کا حقیقی حق ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اب دعا کریں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 26 / اکتوبر 2012)

Ahmad Travels Qadian

Foreign Exchange-Western Union
Money Gram-X Press Money
Holidays, Air Ticket, Rail, Cars, Buses
Contact : 9815665277
Propritor : Nasir Ibrahim
(Ahmadiyya Chowk, Qadian, India)

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL

a desired destination for
royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

وقف جدید کے چونسٹھویں سال کا بابرکت اعلان اور افراد جماعت کی مالی قربانیوں کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 8 جنوری 2021 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: حضور انور نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں کون سی آیت کریمہ تلاوت فرمائی؟

جواب: حضور انور نے سورۃ البقرہ کی آیت مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَۃً ؕ وَاللّٰہُ یَقۡبِضُ وَیَبۡصُۜطُ ۪ وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ (246) تلاوت فرمائی۔

سوال: حضور انور نے اس آیت کریمہ کا کیا ترجمہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اس آیت کا ترجمہ یہ ہے، کون ہے جو اللہ کو قرضۂ حسنہ دے تاکہ وہ اس کیلئے اسے کئی گنا بڑھائے اور اللہ رزق قبض بھی کر لیتا ہے اور کھول بھی دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

سوال: حضور انور نے اللہ کو قرض دینے کے کیا معنی بیان فرمائے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو انسانی پیسے کی ضرورت ہے قرض کے معنی اچھے یا بُرے بدلے کے بھی ہیں۔ یہاں اس کے معنی ہوں گے کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کا اس کو بہترین بدلہ دے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے انسان کو قرضہ حسنہ دینے کا حکم دے کر کس بات کی ترغیب دلائی ہے۔

جواب: حضور انور نے فرمایا: یہ سوال اٹھا کر اس طرف ترغیب دلائی گئی ہے کہ کون ہے جو میرے راستے میں خرچ کر کے میرے بے شمار انعاموں کا وارث بنے اور بنتا چلا جائے؟

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے قرض مانگنے کے کیا معنی بیان فرمائے ہیں؟

جواب: حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو قرض مانگتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی ہے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو حاجت ہے اور وہ محتاج ہے۔ ایسا وہم کرنا بھی کفر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جزا کے ساتھ واپس کروں گا۔ یہ ایک طریق ہے اللہ تعالیٰ جس سے فضل کرنا چاہتا ہے۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیت کریمہ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا کے کیا معنی بیان فرمائے ہیں؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک نادان کہتا ہے کہ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا کا مفہوم یہ ہے کہ گویا معاذ اللہ خدا بھوکا ہے۔ احمق نہیں سمجھتا کہ اس سے بھوکا ہونا کہاں سے نکلتا ہے؟ یہاں قرض کا مفہوم اصل تو یہ ہے کہ ایسی چیزیں جن کے واپس کرنے کا وعدہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ افلاس اپنی طرف سے لگا لیتا ہے۔ یہاں قرض سے مراد یہ ہے کہ کون ہے جو خدا تعالیٰ کو اعمال صالحہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کی جزا اسے کئی گنا کر کے دیتا ہے۔

سوال: خدا تعالیٰ کس طرح ہر ایک کی پرورش فرما رہا ہے؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بدوں کسی نیکی، دعا اور التجا اور بدوں تفرقہ کافر و مومن کے ہر ایک کی پرورش فرما رہا ہے اور اپنی ربوبیت اور رحمانیت کے فیض سے سب کو فیض پہنچا رہا ہے۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی کیا شان بیان فرمائی؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسکی شان تو یہ ہے مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ (الزلزال: 8) جو ذرّہ بھی نیکی کرے اس کا بھی اجر دیتا ہے اور جو ذرّہ بدی کرے گا اسکی پاداش بھی ملے گی۔

سوال: حضور انور نے گنی کناکری کے موسیٰ قبا صاحب کی مالی قربانی کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: گنی کناکری کے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ انہوں نے میرا گذشتہ سال کا وقفِ جدید کا خطبہ مسجد میں پڑھ کے سنایا جس میں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات پیش کیے تھے جن میں آپ نے فرمایا تھا کہ ایک دل میں دو محبتیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ کہتے ہیں کہ نماز جمعہ کے بعد ایک غریب اور مخلص احمدی موسیٰ قبا صاحب نے اپنی جیب میں جتنے پیسے تھے، وقف جدید کی مدّ میں ادا کر دیے جبکہ وہ اس سے پہلے اپنا چندہ ادا کر چکے تھے۔ جب انہیں کہا گیا کہ اس میں سے کچھ رقم واپس رکھ لیں، آپ نے گھر بھی جانا ہے تو کہنے لگے کہ آپ نے سنا نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ ایک دل میں دو محبتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ لہٰذا آج مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت کے سہارے جینے دیں۔

سوال: فرانس کی ایک خاتون نے چندہ وقف جدید کی ادائیگی کے نتیجہ میں کیا برکات مشاہدہ کیں؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: فرانس کی ایک خاتون ڈنیوا صاحبہ کہتی ہیں کہ میں نے مالی قربانی میں چاہے وہ وقفِ جدید ہو، تحریکِ جدید ہو، مسجد فنڈ ہو ہمیشہ حصہ لینے کی کوشش کی ہے اور چندوں کی برکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس سال جب میں نے وقف جدید کے چندے کی ادائیگی کی تو اس وقت میں اچھی جاب کیلئے کوشش کر رہی تھی لیکن کوئی جاب نہیں مل رہی تھی۔ جس دن میں نے چندہ وقف جدید کی ادائیگی کی ہے دس منٹ کے بعد ہی مجھے فون کے ذریعہ ایک بہت بڑی کمپنی کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی کہ ان کے ہاں مجھے جاب مل گئی ہے۔

سوال: حضور انور نے قازقستان کے لوکل معلم کی اہلیہ کی مالی قربانی کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: قازقستان کے مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ لوکل معلم جسلان صاحب کی اہلیہ نے چند سال پہلے بیعت کی تھی۔ اس دفعہ اپنی سالگرہ کے موقع پر سات ہزار ٹینگے تحریک جدید اور وقف جدید میں آدھی آدھی کر کے دے دی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ اس رقم کی ادائیگی کے ایک ہفتے کے بعد ہی مجھے ستر ہزار ٹینگے کی رقم مل گئی جس کی مجھے کوئی امید بھی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کی تو اس نے دس گنا بڑھا کے واپس کر دیا۔

سوال: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایسا واقعہ کیوں پیش نہیں آتا انہیں حضور انور نے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: ان کو چاہیے کہ استغفار بھی کریں اور اپنے دلوں کو ٹٹولیں کہ کیا اس قربانی کے وقت ان کی نیت خالصۃً للہ قربانی کی تھی؟ اگر تھی تو پھر شکوہ بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ پھر تو اس بات پر خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قربانی کی توفیق عطا فرمائی۔

سوال: حضور انور نے زنجبار جماعت کے خیر رشیدی صاحب کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: خیر رشیدی صاحب کو جب وقف جدید کی یاددہانی کروائی گئی تو انہوں نے کہا اس وقت میرے پاس نہ کوئی نوکری ہے اور نہ ہی کوئی رقم لیکن آپ میرا نام مکمل ادائیگی کرنے والوں کی فہرست میں شامل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ خود ہی انتظام فرما دے گا۔ کہتے ہیں دو دن گزرے ہوں گے کہ مجھے ڈرائیور کی نوکری مل گئی اور پہلے ہی دن جو آمد ہوئی اس سے بآسانی میں نے اپنا اور اپنے بچوں کی طرف سے چندہ وقف جدید ادا کر دیا۔

سوال: تنزانیہ کے طٰہٰ صاحب نے حضور انور کی خدمت میں کیا دعا کی درخواست کی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: تنزانیہ سے طٰہٰ صاحب کہتے ہیں وقف جدید کا وعدہ تقریباً چھ لاکھ شلنگ (Shilling) تھا۔ نومبر میں انہوں نے مجھے خط لکھا کہ ملکی اور کاروباری حالات بہت خراب ہیں اس لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے میں وقف جدید کا وعدہ مکمل کر سکوں۔

سوال: طٰہٰ صاحب کا وقف جدید کا وعدہ کس طرح پورا ہوا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: طٰہٰ صاحب کہتے ہیں ابھی خط لکھا ہی تھا کہ دل میں سکون سا محسوس ہوا کہ ان شاء اللہ کچھ سامان ہو جائے گا اور ابھی خط لکھے ہوئے چوبیس گھنٹے ہی گزرے ہوں گے کہ کسی ریفرنس سے میرے پاس ایک دوست اپنے کاروبار کے سلسلہ میں مشورہ اور کیلئے آئے۔ پھر مجھے ان کے ذریعہ سے ایک کنٹریکٹ مل گیا جو اس وقت چھ ملین شلنگ کا کنٹریکٹ تھا۔ ایڈوانس ملتے ہی سب سے پہلے میں نے وقفِ جدید کا وعدہ پورا کیا۔

سوال: حضور انور نے کالیکٹ کے حنیف صاحب کے دس سال کے بیٹے کی مالی قربانی کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: قمر الدین صاحب لکھتے ہیں کہ ایک احمدی حنیف صاحب نے آٹھ سال قبل بیعت کی تھی۔ ان کے گھر پہنچے تو ان کا دس سال کا بیٹا اپنی گولک لے کر آیا اور وقفِ جدید میں جمع کروایا۔ اس میں بڑی رقم تھی۔ اس بچے نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اور خلفائے کرام خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتے ہیں اس لیے یہ رقم چندہ وقف جدید میں دے رہا ہوں۔

سوال: حضور انور نے وقف جدید کے کس سال کا اعلان کیا اور اس سال جماعت کو کتنی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی؟

جواب: حضور انور نے وقف جدید کے چونسٹھویں سال کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ اللہ کے فضل سے جماعت کو اس سال کے دوران میں ایک کروڑ پانچ لاکھ تیس ہزار پاؤنڈز کی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی۔

سوال: حضور انور نے مجموعی وصولی کے لحاظ سے دنیا کی دس جماعتیں کون سی بیان فرمائیں؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: برطانیہ اول ہے۔ دوسرے نمبر پر جرمنی ہے۔ پاکستان کا تیسرا نمبر ہے۔ کینیڈا چوتھے نمبر پہ ہے۔ پھر امریکہ ہے۔ پھر بھارت ہے۔ پھر آسٹریلیا ہے۔ پھر مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے۔ پھر انڈونیشیا ہے۔ پھر گھانا ہے۔

☆......☆......☆

جھوٹ سے نفرت اور سچائی کا خلق اختیار کرنے کے بارہ میں پر معارف خطبہ جمعہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 19 دسمبر 2003 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں کون سی آیت کریمہ تلاوت فرمائی؟

جواب: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ التوبہ کی آیت یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (119) تلاوت فرمائی۔

سوال: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کا کیا ترجمہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس آیت کا ترجمہ ہے اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیوں کو کیا چیلنج کیا تھا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جس قدر راستی کے التزام کے لئے قرآن شریف میں تاکید ہے مَیں ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ انجیل میں اس کا عشر عشیر بھی تاکید ہو۔ آپ نے عیسائیوں کو چیلنج بھی کیا تھا کہ اگر تم لوگ مجھے انجیل میں سے کھول کر بتا دو کہ سچائی اور صدق کی تعلیم جس طرح قرآن شریف میں ہے اسی طرح انجیل میں بھی ہے تو مَیں تمہیں ایک بہت بڑی رقم انعام دوں گا۔

سوال: قرآن شریف میں جھوٹ بولنے کو کس چیز کے برابر قرار دیا ہے؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں دروغ گوئی کو بُت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ یعنی بتوں کی پلیدی اور جھوٹ کی پلیدی سے پرہیز کرو۔

سوال: قرآن مجید میں سچ بولنے کی کس قدر تاکید آئی ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُہَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ۔ یعنی اے ایمان والو انصاف اور راستی پر قائم ہو جاؤ اور سچی گواہیوں کو للہ ادا کرو اگرچہ تمہاری جانوں پر ان کا ضرر پہنچے یا تمہارے ماں باپ یا تمہارے اقارب ان گواہیوں سے نقصان اٹھائیں۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑا گناہ کسے قرار دیا ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، آپ تکیے کا سہارا لئے بیٹھے ہوئے تھے، آپ جوش میں آ کر بیٹھ گئے اور بڑے زور سے فرمایا دیکھو! تیسرا بڑا گناہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا ہے۔ آپؐ نے اس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے چاہا کہ کاش حضورؐ خاموش ہو جائیں۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جھوٹ اور بُت پرستی کو کس طرح ایک جیسا قرار دیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جیسا احمق انسان اللہ تعالیٰ کو

چھوڑ کر پتھر کی طرف سر جھکاتا ہے ویسے ہی صدق اور راستی کو چھوڑ کر اپنے مطلب کے لئے جھوٹ کو بت بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بت پرستی کے ساتھ ملایا اور اس سے نسبت دی جیسے ایک بُت پرست بُت سے نجات چاہتا ہے اسی طرح جھوٹ بولنے والا بھی اپنی طرف سے بُت بناتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس بُت کے ذریعہ نجات ہو جاوے گی۔

سوال ایک دیہاتی نے محترم شیخ محمد احمد مظہر صاحب کی سچائی کے متعلق کیا گواہی دی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک دیہاتی نے ذکر کیا کہ فیصل آباد میں ایک احمدی وکیل ہیں شیخ محمد احمد صاحب مظہرؔ، بہت نیک انسان ہیں اور بہت سچے آدمی ہیں، کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیتے اور کبھی کوئی جھوٹا کیس نہیں لیتے لیکن ایک نقص ہے ان میں کہ وہ ہیں مرزائی۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو دیہاتی کی بات پر کون سی بات یاد آئی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس پر ابو جہل کی یہ بات یاد آجاتی ہے جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کہی تھی کہ اِنَّا لَا نُکَذِّبُکَ بَلْ نُکَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِہٖ یعنی ہم تجھے جھوٹا قرار نہیں دیتے، تو تو سچا ہے، صادق القول ہے، بلکہ اس تعلیم کی تکذیب کرتے ہیں جو تو لے کر آیا ہے۔

سوال حضور انور نے ہر احمدی کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ہر احمدی کو یہ احساس پیدا کرنا ہے، اپنے اندر بھی، اپنی نسلوں کے اندر بھی کہ احمدی ہونے کی حیثیت سے تم نے سچائی پر قائم رہنا ہے اور جھوٹ کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ ہر احمدی چاہے وہ ملازمت سے منسلک ہو، چاہے کسی پیشے سے منسلک ہو، چاہے کوئی کاروبار کرتا ہو، یہ عہد کرے کہ مَیں نے جھوٹ کا سہارا نہیں لینا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شک میں ڈالنے والی باتوں سے کیوں منع فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ شک میں ڈالنے والی باتوں کو چھوڑ دو۔ شک سے مُبرّا یقین کو اختیار کرو کیونکہ یقین بخش سچائی اطمینان کا باعث ہے اور جھوٹ اضطراب اور پریشانی کا موجب ہوتا ہے۔

سوال آنحضرتؐ نے کسی انسان کے جھوٹا ہونے کی کیا علامت بیان فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی علامت کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔

سوال آنحضرتؐ نے حضرت عبداللہ بن عامر کی والدہ کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عبداللہؓ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہؐ ہمارے گھر تشریف فرما تھے کہ میری والدہ نے مجھے بلایا کہ آؤ مَیں تجھ کو کچھ دیتی ہوں۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا: ''تو اُسے کیا دینا چاہتی ہے؟'' انہوں نے عرض کیا کہ مَیں اس کو کھجور دینا چاہتی ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر تو اس کو کچھ نہ دیتی تو تیرے ذمّہ جھوٹ لکھا جاتا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک عورت کو اسکی سوتن کے متعلق کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک عورت نے نبی کریمؐ سے پوچھا کہ میری ایک سَوتن ہے۔ اگر مَیں جھوٹے طور پر اس کے لئے یہ ظاہر کروں کہ خاوند مجھے یہ یہ چیزیں دیتا ہے تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے؟ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ نہ ملنے والی چیزوں کا جھوٹے طور پر اظہار کرنے والا ایسا ہی ہے گویا اس نے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔

سوال آنحضرتؐ نے منافق کی کیا نشانی بیان فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار باتیں ایسی ہیں جس میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے۔ اور جس میں ان میں سے ایک بات پائی جائے اس میں نفاق کا ایک حصہ یا خصلت پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے۔ پہلی بات یہ کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے۔ دوسری بات، جب وہ معاہدہ کرتا ہے تو غداری کا مرتکب ہو رہا ہوتا ہے۔ تیسرے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ چوتھے، جب جھگڑتا ہے تو گالی گلوچ سے کام لیتا ہے۔

سوال حضرت مصلح موعودؓ نے جھوٹ سے بچنے کے متعلق کیا نصیحت فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: تم جھوٹ سے بچو کیونکہ یہ بھی روحانیت کو تباہ کرنے والا مرض ہے اور پھر شرک اپنی ذات میں سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ کیونکہ جو طاقتیں خدا تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیں، ان کے متعلق ایک مشرک کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز میں ہیں اور اس طرح جھوٹ کی نجاست پر منہ مارتا ہے۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے حق اور انصاف پر قائم ہونے کے متعلق کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ اور چاہیئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لئے ہو۔ جھوٹ مت بولو اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہنچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہنچے اور قریبیوں کو جیسے بیٹے وغیرہ کو۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے جھوٹے انسان کی کیا نشانی بیان فرمائی؟

جواب حضور علیہ السلام نے فرمایا: جھوٹا انسان بزدل ہوتا ہے۔ وہ جس کی زندگی ناپاکی اور گندے گناہوں سے ملوث ہے وہ ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہے اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک صادق انسان کی طرح دلیری اور جرأت سے اپنی صداقت کا اظہار نہیں کر سکتا اور اپنی پاکدامنی کا ثبوت نہیں دے سکتا۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے صدیق کے کیا معنی بیان فرمائے ہیں؟

جواب حضور علیہ السلام نے فرمایا: صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی جو بالکل راستبازی میں فنا شدہ ہو اور کمال درجہ کا راستباز اور عاشقِ صادق ہو۔ یہ ایک ایسا مقام ہے کہ جب ایک شخص اس درجہ پر پہنچتا ہے تو وہ ہر قسم کی صداقتوں اور راستبازیوں کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آنے کا کیا مقصد بیان فرمایا؟

جواب حضور علیہ السلام نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے مجھے اسی لئے مامور کیا ہے کہ تقویٰ پیدا ہو اور خدا پر سچا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے پیدا ہو۔ خدا تعالیٰ تاوان نہیں چاہتا بلکہ سچا تقویٰ چاہتا ہے۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کے آخر پر کیا دعا کی؟

جواب حضور انور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو سچ کے اعلیٰ معیار قائم کرنے اور جھوٹ سے بیزار ہو کر نفرت کرنے والا بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس خلق پر قائم رہنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆......☆......☆

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

ہاتھ بڑھایا اور وہ تفسیر لے لی۔ اور میں نے صاحبِ قدرت عطا کرنے والے اللہ کا شکر ادا کیا اور میں نے آپ کو خَلق میں متناسب اور خُلق میں پختہ اور متواضع، منکسر المزاج تاباں اور منور پایا اور میں یہ حلفاً کہتا ہوں کہ آپ مجھ سے بڑی محبت واُلفت سے ملے اور میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آپ مجھے اور میرے عقیدے کو جانتے ہیں اور میں اپنے مسلک اور مشرب میں شیعوں سے جو اختلاف رکھتا ہوں وہ اُسے بھی جانتے ہیں لیکن آپؓ نے کسی بھی قسم کی ناپسندیدگی یا ناگواری کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی (مجھ سے) پہلو تہی کی بلکہ وہ مجھے ملے اور مخلص محبّین کی طرح مجھ سے محبت کی۔ (ایضاً صفحہ 110)

پانچ ہزار روپے کا پرشوکت انعامی چیلنج

ایک سال تک میری دعا کا اثر ظاہر نہ ہو تو مَیں اپنے لئے ہر سزا قبول کر لوں گا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کتاب کے ذریعہ شیعوں پر حجت تمام کر دی ہے۔ یہ کتاب انشاء اللہ شیعوں کو راہ راست پر لانے کے لئے بنیادی اور اہم کردار ادا کرے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کے قطعی فیصلہ کے لئے کہ آیا شیعوں کے عقائد اسلام کے مطابق ہیں یا اہل سنت کے، مباہلہ کی تجویز پیش کی کہ شیعہ آپؑ سے مباہلہ کر لیں اور ہر دو فریق جھوٹوں پر لعنت ڈالے۔ پھر اگر ایک سال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بددعا اور لعنت کا اثر شیعوں پر ظاہر نہیں ہوا تو شیعہ حق پر سمجھ لئے جائیں گے اور ایسی صورت میں آپؑ نے اپنے لئے بڑی سے بڑی سزا قبول کرنے کے ساتھ پانچ ہزار روپے کا بھاری انعام فریق ثانی کے لئے مقرر فرمایا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیت استخلاف اور دیگر آیات سے سیّدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

یہ سب آیات صدیق (اکبرؓ) کی خلافت کی خبر دیتی ہیں اور انہیں کسی اور پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا تحقیق کی رُو سے غور کر اور اللہ سے ڈر اور تعصّب کرنے والوں میں سے نہ بن۔ پھر یہ بھی تو دیکھو کہ یہ آیات آئندہ کی پیشگوئیاں تھیں تا کہ ان کے ظہور کے وقت مومنوں کا ایمان بڑھے اور وہ ربّ العزت کے وعدوں کو پہچان لیں۔ یقیناً اللہ نے ان (آیات) میں خیر الانامؐ کی وفات کے بعد اسلام پر فتنوں کے وارد ہونے اور مصائب کے نازل ہونے کے زمانہ کی خبر دی تھی۔ اور یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ایسے وقت میں مومنوں میں سے کسی کو خلیفہ بنائے گا اور ان کے خوف کے بعد انہیں امن عطا فرمائے گا۔ اور اپنے متزلزل دین کو استحکام بخشے گا۔ اور مفسدوں کو ہلاک کرے گا۔ بے شک اس پیشگوئی کا کامل مصداق حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے زمانے کے سوا اور کوئی نہیں۔ جب اس امر کی دلیل واضح ہو گئی ہے تو پھر انکار نہ کر۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسلام کو ایک ایسی دیوار کی طرح پایا جو اشرار کے شر کے باعث گرا ہی چاہتی تھی، تب اللہ نے آپ کے ہاتھوں اسے ایک ایسے مضبوط قلعہ کی طرح بنا دیا جس کی دیواریں لوہے کی ہوں اور جس میں غلاموں کی طرح فرمانبردار فوج ہو۔ پس غور کر کیا تُو اس میں کوئی شک پاتا ہے؟ یا پھر اس کی مثال تُو دوسرے گروہوں میں سے پیش کر سکتا ہے؟

مَیں جانتا ہوں کہ بعض شیعہ اس موقعہ پر اہل سنت سے جھگڑتے ہیں اور یہ جھگڑا ایک لمبی مدت پر پھیلا ہوا ہے اور بسا اوقات یہ معاملہ بحث مباحثے سے بڑھ کر ہاتھا پائی اور قتل و غارت تک پہنچ جاتا اور مقدمات اور عدالتوں تک جا پہنچتا ہے۔ مجھے شیعہ (افراد) اور ان کے سوءِ فہم پر تعجب ہوتا ہے اور ان کے وہم کی زیادتی پر مَیں آہیں بھرتا ہوں کہ بہت سے نشانات ان کے لئے روشن ہوئے اور قطعی دلائل ظاہر ہوئے اس کے باوجود وہ ناراض ہو کر فرار ہو جاتے ہیں اور انصاف سے کام لینے والوں کی طرح غور و فکر نہیں کرتے۔ لو اَب مَیں انہیں ایک ایسے امر کی طرف بلاتا ہوں جو اُن کی آنکھیں کھول دے گا اور جو ہمارے اور اُن کے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم دونوں فریق ایک میدان میں حاضر ہوں اور ربِّ قہار کے حضور گریہ وزاری کریں اور جھوٹوں پر لعنت ڈالیں۔

اگر پھر بھی ایک سال تک میری دعا کا اثر ظاہر نہ ہو تو مَیں اپنے لئے ہر سزا قبول کر لوں گا اور اقرار کر لوں گا کہ وہ سچے تھے۔ علاوہ ازیں مَیں انہیں پانچ ہزار روپے سکہ رائج الوقت بھی دوں گا۔ اور اگر یہ رقم نہ دوں تو روزِ قیامت تک مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور اگر وہ چاہیں تو مَیں یہ رقم حکومت برطانیہ کے خزانے میں یا معززین میں سے کسی کے پاس جمع کرا دوں گا۔

البتہ میرے مخاطب عوام الناس نہیں ہیں صرف وہ شخص ہے جو میرے اس رسالے کے اسلوب پر رسالہ مرتب کرے۔ اور یہ طریق مَیں نے محض اس لئے اختیار کیا ہے تا کہ مجھے معلوم ہو سکے کہ مدمقابل مباہلہ کرنے والا شخص (واقعی) اہل فضیلت و دانش میں سے ہے۔ ایسے جاہلوں، بیوقوفوں میں سے نہیں جنہیں عربی زبان سے حصہ وافر نہیں ملا۔ کیونکہ وہ شخص جو حیوانوں کی سطح پر ہو وہ اس قابل نہیں کہ اسے انعام کے لئے فوقیت دی جائے اور جو شخص اونٹوں کی طرح ہے وہ اس لائق نہیں کہ وہ حسن و جمال کی مجالس میں بیٹھے۔ اور جو شخص مقابلہ کے لئے آئے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مدمقابل کے مشابہ ہو۔ پس جو شخص میری طرح بہترین مصنّف نہ ہو وہ میرے نزدیک لائق خطاب نہیں۔ پھر جب قادر و خالق اللہ کے فضل سے مَیں اس ارفع مقام کی انتہائی چوٹی تک جا پہنچا ہوں تو مَیں یہ پسند کروں گا کہ اس اعزاز میں میرا کوئی ہم پلّہ ہو اور نہیں چاہوں گا کہ ہر کس و ناکس سے مقابلہ کروں۔ کیونکہ اس میں میری کسرِ شان ہے اور میرے بلند مرتبہ کے لئے عار ہے۔ پس مَیں ایسے شخص سے کبھی کلام نہیں کروں گا بلکہ جاہلوں سے اعراض کروں گا۔ (ایضاً صفحہ 54)

آئندہ شمارہ میں ہم انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہوتو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10260: مَیں ریحانہ بیگم زوجہ مکرم شیخ السلام الدین احمدی صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 37 سال پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: ٹوہانہ ضلع فتح آباد صوبہ ہریانہ، مستقل پتا: تاراکوٹ ضلع جاجپور صوبہ اڈیشہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 25/جنوری 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: گلے کا ہار 12 گرام، کان کی بالیاں 2 جوڑی 8 گرام، چوڑیاں 2 عدد 4 گرام، انگوٹھی 2 گرام، ناک کے کوکے 12 عدد 2 گرام، ناک کی بالی 1 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) زیور نقرئی: 4 جوڑی پازیب 170 گرام۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد رضوان — الامۃ: ریحانہ بیگم — گواہ: ظہیر احمد بھٹی

مسل نمبر 10261: مَیں بشریٰ زوجہ مکرم عصمت اللہ ملا صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 32 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ دارالانوار شالی ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 13/جنوری 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/25,100 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: جاوید اقبال اختر چیمہ — الامۃ: بشریٰ — گواہ: عصمت اللہ ملا

مسل نمبر 10262: مَیں او۔کے۔ شکیل احمد ولد مکرم O.K.Kaleel Rehman صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 23 سال پیدائشی احمدی، ساکن 134/57B (Hameempuram) 7th ساؤتھ اسٹریٹ) نہرو نگر 3rd اسٹریٹ ڈاکخانہ میلا پالم صوبہ تامل ناڈو، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 1/جنوری 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار -/2000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ایم۔جے۔اکبر علی — العبد: او۔کے۔ شکیل احمد — گواہ: ایم عبد الجبار

مسل نمبر 10263: مَیں بیگم طاہرہ۔ایم زوجہ مکرم ساجن احمد۔ایس۔کے صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 33 سال پیدائشی احمدی، ساکن منگلا سیری (اپچ) ڈاکخانہ کوڈیاتھور صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 31/جولائی 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر ایک لاکھ روپئے، زیور طلائی 96 گرام 22 کیریٹ۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ہدایت اللہ خان — الامۃ: بیگم طاہرہ۔ایم — گواہ: مارا کم۔ایم

مسل نمبر 10264: مَیں خالد مسعود ولد مکرم مجید عالم صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ تجارت عمر 50 سال پیدائشی احمدی، ساکن نزد احمدیہ مسجد جبار چک چونک (تتار پور روڈ) ضلع بھاگلپور صوبہ بہار، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 8/جنوری 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زمین 4301 sqft مع دو منزلہ مکان۔ میرا گزارہ آمد از جائداد و خورد و نوش ماہوار -/18,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: نوید الفتح — العبد: خالد مسعود — گواہ: پی سکندر باشا

مسل نمبر 10265: مَیں رحیمہ خالد زوجہ مکرم خالد مسعود صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 43 سال پیدائشی احمدی، ساکن نزد احمدیہ مسجد بھاگلپور صوبہ بہار، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 8/جنوری 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور نقرئی: پازیب 2 جوڑی، ہار 4 عدد، کان کے کانٹے 1 جوڑی، انگوٹھی 1 عدد (کل وزن 20 تولہ)، زیور طلائی: کان کے کانٹے وبالیاں 6 جوڑی، ہار 4 عدد، انگوٹھی 6 عدد، مانگ ٹیکا 3 عدد، کڑا 1 جوڑی، نتھ 2 عدد (تمام زیورات 22 کیریٹ)، حق مہر: -/12,000 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: نوید الفتح — الامۃ: رحیمہ خالد — گواہ: پی۔سکندر باشا

مسل نمبر 10266: مَیں ساہیمان خاتون زوجہ مکرم رمضان انصاری صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 55 سال تاریخ بیعت 2001، ساکن ہسری ڈاکخانہ باجپور ضلع رانچی صوبہ جھارکھنڈ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 20/دسمبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زمین 5272 sqft، زیور نقرئی: کان کی بالی 1 جوڑی، ایک عدد ہار، حق مہر: -/10,000 روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: پی۔سکندر باشا — الامۃ: ساہیمان خاتون — گواہ: تبریز احمد منصوری

مسل نمبر 10267: مَیں فریدہ بی بی زوجہ مکرم اسلم انصاری صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 48 سال تاریخ بیعت 2018، موجودہ پتا: ہسری، باجپور ضلع رانچی، مستقل پتا: گاؤں دیلیلی ڈاکخانہ عوکھر گرھا ضلع گرھوا صوبہ جھارکھنڈ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 20/دسمبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: ناک کی نتھ، کان کے ٹاپس 1 جوڑی۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: تبریز احمد منصوری — الامۃ: فریدہ بی بی — گواہ: پی۔سکندر باشا

مسل نمبر 10268: مَیں فیروزہ بیگم زوجہ مکرم محی الدین انصاری صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 40 سال تاریخ بیعت 1997، ساکن گاؤں ہسری (باجپور تھانہ) ضلع رانچی صوبہ جھارکھنڈ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 20/دسمبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی ناک کی نتھ، زیور نقرئی: 1 جوڑی پائل، 4 عدد چوڑیاں، حق مہر -/20,000 روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: پی سکندر باشا — الامۃ: فیروزہ بیگم — گواہ: تبریز احمد منصوری

مسل نمبر 10269: گلناز بیگم بنت مکرم اسیر الدین انصاری صاحب مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 48 سال تاریخ بیعت 1985، ساکن ہسری ڈاکخانہ بازپور ضلع رانچی صوبہ جھارکھنڈ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 20/دسمبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زمین 600 sqft مع مکان، زیور طلائی ایک جوڑی بالیاں، ناک کی ایک نتھ، زیور نقرئی 7 تولہ پازیب۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: تبریز احمد انصاری — الامۃ: گلناز بیگم — گواہ: پی سکندر باشا

مسل نمبر 10270: مَیں شہزادی خاتون زوجہ مکرم شمس الہدیٰ صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 28 سال تاریخ بیعت 2013، ساکن سملیا ضلع رانچی صوبہ جھارکھنڈ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 20/دسمبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: ناک کا پھول 1 عدد، زیور نقرئی: پایل 10 تولہ، حق مہر -/15,000 روپئے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: شمس الہدیٰ — الامۃ: شہزادی خاتون — گواہ: پی سکندر باشا

صدر انجمن احمدیہ قادیان میں درجہ دوم کی اسامی پر خدمت کے خواہشمند متوجہ ہوں

شرائط: (1) امیدوار کی عمر 25 سال سے زائد نہ ہو (2) امیدوار کی تعلیمی قابلیت کم از کم 10+2 (45 فیصد نمبرات کے ساتھ) ہونی چاہیئے (3) امیدوار اردو/ انگریزی کمپوزنگ جانتا ہو اور رفتار 25 الفاظ فی منٹ ہو (4) اس اعلان کے بعد 2 ماہ کے اندر جو درخواستیں آئیں گی انہیں پر غور ہوگا (5) درج ذیل نصاب کے مطابق امتحان لیا جائے گا، پرچہ کے ہر جز میں کامیاب ہونا لازمی ہے۔

جز اوّل ❁ قرآن کریم ناظرہ مکمل، پہلا پارہ باترجمہ
❁ چالیس جواہر پارے، ارکان اسلام، نماز مکمل باترجمہ (30 نمبرات)

جز دوم ❁ کشتی نوح، برکات الدعا، دینی معلومات ❁ مضمون بابت عقائد جماعت احمدیہ
❁ نظم از درّثمین (شان اسلام) (20 نمبرات)

جز سوم ❁ انگریزی بمطابق معیار انٹرمیڈیٹ (10+2) (20 نمبرات)

جز چہارم ❁ حساب بمطابق معیار میٹرک (20 نمبرات)

جز پنجم ❁ عام معلومات (10 نمبرات)

(6) تحریری امتحان میں کامیاب ہونے والے امیدوار کا ہی انٹرویو ہوگا (7) تحریری امتحان، کمپیوٹر ٹیسٹ و انٹرویو میں کامیابی کی صورت میں امیدوار کو نور ہسپتال قادیان سے طبی معائنہ کروانا ہوگا اور صرف وہی امیدوار خدمت کے اہل ہوں گے جو نور ہسپتال کے طبی بورڈ کی رپورٹ کے مطابق صحت مند اور تندرست ہوں گے (8) سلیکشن کی صورت میں امیدوار کو قادیان میں اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا (9) قادیان آمد و رفت کے اخراجات امیدوار کے اپنے ذمہ ہوں گے۔ (**نوٹ:** تحریری امتحان و انٹرویو کی تاریخ سے امیدواران کو بعد میں مطلع کیا جائیگا)

مزید معلومات کیلئے رابطہ کریں : نظارت دیوان صدر انجمن احمدیہ قادیان پن کوڈ-143516

موبائل: 09682587713, 09682627592 دفتر: 01872-501130

E-mail: diwan@qadian.in

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 18-25 - March - 2021 Issue. 11-12

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 19 / مارچ 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا ان کی شہادت کے بعد کے واقعات کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے کہ: باغی حضرت عثمان کو شہید تو کر چکے تھے ان کی نعش کے دفن کرنے پر بھی ان کو اعتراض ہوا اور تین دن تک آپ کو دفن نہ کیا جا سکا۔ آخر صحابہ کی ایک جماعت نے ہمت کر کے رات کے وقت آپ کو دفن کیا۔ ان لوگوں کے راستوں میں بھی باغیوں نے روکیں ڈالیں لیکن بعض لوگوں نے سختی سے مقابلہ کرنے کی دھمکی دی تو دب گئے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازے پر پہرہ دینے کا حکم فرمایا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی آپ ﷺ نے فرمایا اسے اندر آنے دو اور اسے جنت کی بشارت دو تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے آنے دو اور اسے جنت کی بشارت دو تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر ایک اور شخص آیا اور اجازت مانگی اس پر آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا اسے آنے دو اور اسے جنت کی بشارت دو تاہم ایک بڑی مصیبت اسے پہنچے گی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ احد پر چڑھے جبکہ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان تھے۔ احد پہاڑ ہلنے لگا تو آپ نے فرمایا احد ٹھہر جا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے اس پر اپنا پاؤں بھی مارا اور فرمایا تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص اس فتنہ میں حالت مظلومیت میں مارا جائے گا یہ آپ نے حضرت عثمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

حضرت علی سے پوچھا گیا کہ آپ ہمیں حضرت عثمان کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا وہ تو ایسا شخص تھا جو ملائے اعلیٰ میں بھی ذوالنورین کہلاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ ذوالنورین تھا۔ حضرت علی نے فرمایا حضرت عثمان ہم سب میں سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ حضرت عائشہ کو جب حضرت عثمان کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا حالانکہ آپ ان سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور ان سب سے زیادہ ربّ کا تقویٰ اختیار کرنے والے تھے۔ الاستیعاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزّ وجل سے یہ دعا مانگی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو آگ میں داخل نہ کرے جو میرا داماد ہو یا جس کا میں داماد ہوں۔

حضرت عثمانؓ کے حلیہ وغیرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نہ پستہ قد تھے نہ ہی بہت لمبے۔ آپ کا چہرہ خوبصورت، جلد نرم، داڑھی گھنی اور لمبی، رنگ گندمی، جوڑ مضبوط، کندھے چوڑے، سر کے بال گھنے تھے۔ آپ داڑھی کو خضاب سے پیلا کرتے تھے۔ حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو مسجد میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر سوتے ہوئے دیکھا۔ موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔ عشرہ مبشرہ میں بھی آپ شامل تھے۔

آنحضرت ﷺ کی حضرت عثمان کے ساتھ جنت میں رفاقت کے بارے میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق یعنی جنت میں میرا ساتھی عثمان ہوگا۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول کریم ﷺ کے ہمراہ ایک گھر میں مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ تھے جن میں ابوبکر عمر عثمان علی طلحہ زبیر عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر شخص اپنے ہم کفو کے ہمراہ کھڑا ہو جائے پھر رسول اللہ ﷺ حضرت عثمان کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا اور فرمایا اَنْتَ وَلِيِّىْ فِى الدُّنْيَا وَوَلِيِّىْ فِى الْاٰخِرَةِ کہ تم دنیا میں بھی میرے دوست ہو اور آخرت میں بھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسجد نبوی کی توسیع ہوئی تھی اس میں بھی حضرت عثمان کو حصہ لینے کی توفیق ملی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الاول یکم ہجری بمطابق اکتوبر 622ء کے آخر میں اپنے دست مبارک سے مسجد نبوی کا سنگ بنیاد رکھا۔ مسجد نبوی کی تکمیل ماہ شوال یکم ہجری اپریل 623 عیسوئی میں ہوئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسجد نبوی کی پہلی توسیع محرم 7 ہجری جون 628 عیسوی میں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے کامیاب ہو کر لوٹے تو آپ نے مسجد نبوی کی توسیع اور تعمیر نو کا حکم جاری فرمایا۔ مسجد کے شمالی جانب ایک انصاری صحابی کا گھر تھا جس کو اپنا مکان دینے میں کچھ پس و پیش تھا۔ حضرت عثمان نے اپنی جیب سے دس ہزار دینار دے کر وہ گھر خرید لیا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور آپؐ نے اسے مسجد میں شامل کر دیا۔

حضرت عمر کے دور میں مسجد نبوی کی دوسری توسیع 17 ہجری میں ہوئی۔ جب حضرت عثمان 24 ہجری میں خلیفہ منتخب ہوئے تو لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ مسجد نبوی کی توسیع کر دی جائے انہوں نے صحن کی تنگی کی شکایت کی۔ حضرت عثمان نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا سب کی رائے یہی تھی کہ پرانی مسجد کو مسمار کر کے اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کر دی جائے۔ ایک دن حضرت عثمان نے نماز ظہر کے بعد فرمایا کہ میں مسجد کو مسمار کر کے اس کی جگہ نئی مسجد بنانا چاہتا ہوں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو بھی مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ایک گھر عطا کر دیتا ہے۔ مجھ سے پہلے حضرت عمر فاروق کے ہاتھوں مسجد نبوی کی توسیع اور تعمیر نو میرے لئے ایک مثال اور نظیر ہے میں نے صاحب الرائے اصحاب سے مشورہ کیا ہے اور ان سب کی متفقہ رائے یہی ہے کہ مسجد نبوی کو مسمار کر کے اسے دوبارہ بنایا جانا چاہئے۔ اس پر چند صحابہ کرام نے اس معاملے میں اپنے تحفظات پیش کئے۔ ان کا خیال تھا گرانی نہیں چاہئے۔ ان میں وہ صحابہ کرام شامل تھے جو بالکل مسجد نبوی کے قریب مقیم تھے اور جن کے مکانات اس منصوبے سے متاثر ہوتے نظر آ رہے تھے۔

جب حضرت عثمان لوگوں کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو آپ نے ماہ ربیع الاول 29 ہجری نومبر 649 عیسوی میں کام کی ابتدا کروا دی تعمیر نو کے کام میں صرف دس ماہ صرف ہوئے اور یوں یکم محرم 30 ہجری کو مسجد نبوی تیار ہو گئی۔ آپ بنفس نفیس کام کی نگرانی فرماتے تھے۔ دن کے وقت ہمیشہ روزہ رکھتے اور رات کے وقت اگر نیند مجبور کرتی تو مسجد نبوی میں ہی سستا لیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان نے مسجد نبوی کو جنوب میں قبلہ کی جانب وسعت دی اور اسکی قبلہ کی دیوار کو اس جگہ تک لے آئے جہاں کہ آج ہے۔ حضرت عثمان کے دور میں مسجد کے دروازوں کی تعداد چھ تھی۔ پہلی مرتبہ مسجد نبوی میں پتھروں پر نقش و نگار بنوائے گئے۔ اس میں سفیدی کروائی گئی۔ حضرت خارجہ بن زید کے بیان کے مطابق حضرت عثمان نے مسجد نبوی کی شرقی اور غربی دیواروں میں روشندان رکھوائے تھے۔ اس بات کا خاص اہتمام رکھا گیا کہ نئے ستون انہی ستونوں کی جگہ استوار کئے جائیں جہاں نبی کریم ﷺ کے دور مبارکہ میں کھجور کے تنے سے بنے ہوئے ستون ہوا کرتے تھے۔ چونکہ حضرت عمر کی شہادت محراب نبوی میں نماز کی امامت کرواتے ہوئے ہوئی تھی اس بات کو یقینی بنانے کیلئے کہ آئندہ کوئی ایسا حادثہ رونما نہ ہو حضرت عثمان نے محراب کے مقام پر ایک مقصورہ تعمیر کروایا جو کہ مٹی کی اینٹوں سے بنا تھا اور اس میں جھروکے اور روزن رکھے گئے تھے تا کہ مقتدی اپنے امام کو دیکھ سکیں۔ یہ پہلا حفاظتی طریقہ تھا جو کہ مسجد نبوی میں تعمیر ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کو تو میں حضرت سلیمان سے تشبیہ دیتا ہوں۔ ان کو بھی عمارات کا بڑا شوق تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ مسجد مرصع اور پکی عمارت کی ہو بلکہ صرف زمین روک لینی چاہئے اور وہاں مسجد کی حد بندی کر دینی چاہئے اور بانس وغیرہ کا کوئی چھپر وغیرہ ڈال دو تا کہ بارش وغیرہ سے آرام ہو۔ خدا تعالیٰ تکلفات کو پسند نہیں کرتا آنحضرت ﷺ کی مسجد چند کھجوروں کی شاخوں کی تھی اور اسی طرح چلی آئی۔ پھر حضرت عثمان نے اس لئے کہ ان کو عمارت کا شوق تھا اپنے زمانے میں اسے پختہ بنوایا تھا۔ مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ حضرت سلیمان اور عثمان کا قافیہ خوب ملتا ہے شاید اسی مناسبت سے ان کو ان باتوں کا شوق تھا۔

حضور انور نے فرمایا: پہلا اسلامی بحری بیڑا 28 ہجری میں حضرت عثمان کے زمانے کا بنایا گیا۔ امیر معاویہ بن ابوسفیان وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت عثمان کے دور خلافت میں بحری جنگ کی۔ حضور انور نے فرمایا کہ روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے اخلاق میں سب سے زیادہ مشابہت حضرت عثمان کی تھی۔ حضرت عبدالرحمن بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ حضرت عثمان کا سر دھو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا اے میری بیٹی ابوعبداللہ یعنی عثمان سے بہترین سلوک سے پیش آیا کرو کیونکہ وہ میرے صحابہ میں سے اخلاق کے لحاظ سے سب سے زیادہ میرے مشابہ ہے۔ حضرت یحیٰی بن عبدالرحمن بن حاطب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بات کو مکمل اور خوبصورت رنگ میں بیان کرنے میں حضرت عثمان سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا تاہم آپ زیادہ بات چیت سے گریز کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں بنت رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جو حضرت عثمان کی بیوی تھیں اور ان کے ہاتھ میں کنگھی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ ابھی ابھی رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے تشریف لے گئے ہیں اور میں نے آپ کے سر میں کنگھی کی ہے تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم ابوعبداللہ حضرت عثمان کو کیسا پاتی ہو میں نے عرض کیا بہت عمدہ۔ آپ نے فرمایا پس تو بھی ان سے عزت سے پیش آیا کر کیونکہ وہ میرے صحابہ میں سے اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا حضرت عثمان کا ذکر یہاں ختم کرتا ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کے آخر پر مکرم مبشر احمد رِند صاحب معلم سلسلہ ربوہ، مکرم منیر احمد فرخ صاحب سابق امیر جماعت ضلع اسلام آباد، برگیڈیئر ریٹائرڈ مکرم لطیف محمد لطیف صاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی، مکرم کونوک بیک اومُربیکوف صاحب آف قرغیزستان کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ ☆☆

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad